تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر اُستوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا ترجمان

ہفت روزہ

لاہور

ندائے خلافت

بانی : اقتدار احمد مرحوم

۲۵ تا ۳۱ مئی ۲۰۰۰ء

مدیر : حافظ عاکف سعید

نظام خلافت کا قیام اور پاکستان

ہمارا ایمان اور یقین پختہ رہنا چاہئے کہ آج نہیں تو کل، ہماری زندگی میں نہیں تو ہماری اگلی نسل میں دین حق کا غلبہ اور نظام خلافت کا قیام لازماً ہو گا اور یہ کام ہو کر رہے گا۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے، لہٰذا ہمارے لئے واحد راہِ عمل تو یہی ہے کہ اسی راستے پر چلتے رہو، پیچھے نہ ہٹو، ڈھیلے نہ پڑو، تمہاری جدوجہد میں کوئی کمی نہ آئے ——— اللہ کی مدد حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس کا یقینی ذریعہ بھی یہی ہے کہ اللہ کے دین کے اعوان و انصار بن جاؤ، اس کے دین کے غلبہ و اقامت اور اس کے کلمے کی سربلندی کے لئے کمربستہ ہو جاؤ۔

ہمیں اس حقیقت کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ اس زمین پاکستان سے اللہ کی کوئی خصوصی مشیت وابستہ ہے۔ ذہن میں گزشتہ چار سو برس کی تاریخ کو تازہ کیجئے۔ اس عرصے میں سارے مجدد دین اُمت ہندوستان میں آئے۔ مجدد الف ثانی شاہ ولی اللہ دہلوی، سید احمد بریلوی، شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہم اللہ۔ پھر عظیم ترین شخصیات اس ہندوستان میں پیدا ہوئیں، علامہ اقبال جیسا مفکر، مولانا مودودی جیسا مصنف اور مولانا الیاس جیسا مبلغ ——— کہیں ان کے برابر کا کوئی اور شخص عالم اسلام میں کہیں اور نظر آتا ہے؟ یہ کیا وجہ ہے کہ آج عالم اسلام کے چوٹی کے مفکر مالک بن نبی بھی کہہ رہے ہیں، ڈاکٹر علی شریعتی بھی کہہ رہے ہیں کہ اسلام کا روحانی اور عقلی (Intellectual) مرکز ثقل جنوبی ایشیا میں منتقل ہو چکا ہے۔ آزادی کی تحریکیں ہر جگہ چلی ہیں، لیکن سوائے پاکستان کے ہر جگہ وطنی یا لسانی قومیت کی بنیاد پر تحریکیں چلی ہیں اور ان ملکوں نے اسی بنیاد پر آزادی حاصل کی ہے ——— مگر "پاکستان کا مطلب کیا، لا الٰہ اِلاّ اللہ" کی بنیاد پر صرف اس خطے میں آزادی کی تحریک چلی۔ پھر یہاں قرارداد مقاصد پاس ہو گئی، جو عالمی تہذیب کے لئے سب سے بڑا چیلنج ہے۔ پھر یہاں بینک انٹرسٹ اور کمرشل انٹرسٹ کے حرام ہونے کا فیصلہ اعلیٰ ترین عدالت سے ہو چکا ہے۔ یہ کسی مولوی کا فتویٰ نہیں ہے، یہ تو سپریم کورٹ کا فتویٰ ہے اور یہ اس یہودی نظام کے لئے سب سے بڑا چیلنج ہے۔

این بنوک این فکر چالاکِ یہود
نورِ حق از سینہ آدم ربود

یہ سارے آثار ایسے ہیں جو بہت امید افزا ہیں۔ مزید برآں احادیث نبویؐ میں جو خبریں دی گئی ہیں انکے پورا ہونے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ لیکن اس سے پہلے بڑے امتحانات ہیں! بڑے سخت دن آنے والے ہیں۔ اگر کوئی یہ راستہ اختیار کرے تو اس پر پھول نچھاور نہیں ہونگے، یہ کانٹوں بھرا راستہ ہے۔ ہم اسی راستے کی دعوت دیتے رہیں گے اور اسی راستے پر اللہ کی مدد بھی آئے گی۔

(امیر تنظیم اسلامی کی کتاب "پاکستان فیصلہ کن دوراہے پر" سے اقتباس)

اس شمارے میں

☆ امیر تنظیم کا خطابِ جمعہ 2
☆ مرزا ایوب بیگ کا تجزیہ 5
☆ ترکی۔ اسلام اور سیکولرازم کی کشمکش 8
☆ قرضوں کی جنگ (آخری قسط) 9
☆ کاروان خلافت 10
☆ 28 مئی : یوم تکبیر رب 12
☆ متفرقات ✪

نائب مدیر :
فرقان دانش خان
معاونین :
☆ مرزا ایوب بیگ
☆ نعیم اختر عدنان
☆ سردار اعوان
نگران طباعت :
☆ شیخ رحیم الدین
پبلشر : محمد سعید اسعد
طابع : رشید احمد چوہدری
مطبع : مکتبہ جدید پریس۔ ریلوے روڈ، لاہور
مقام اشاعت : 36۔ کے، ماڈل ٹاؤن لاہور
فون : 3-5869501 فیکس : 5834000
سالانہ زرِ تعاون -/175 روپے

شمارہ : 20
قیمت : 3 روپے

دنیاوی زندگی میں زیبائش و آرائش انسان کی آزمائش کے لئے رکھی گئی ہے

سورۂ کہف میں حیاتِ دنیوی کی ظاہری چمک دمک کی اصل حقیقت سے آگاہ کیا گیا ہے

آخرت کو نظرانداز کرتے ہوئے دنیا کو مطلوب و مقصود بنالینا بدترین خسارے اور تباہی کا راستہ ہے

بندۂ مومن کو یقین ہونا چاہئے کہ بظاہر نقصان کے پردے میں بھی کوئی خیر پوشیدہ ہوگا

سورۂ کہف کے مضامین کا اجمالی جائزہ

مسجد دارالسلام باغِ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے ۱۹/ مئی ۲۰۰۰ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

(مرتب : فرقان دانش خان)

فتنۂ دجال کے اثرات بد سے بچنے کے ضمن میں احادیث مبارکہ گزشتہ خطاب جمعہ میں بیان کی جاچکی ہیں۔ ان احادیث کی رو سے دجالی فتنے سے محفوظ رکھنے والی سورۃ 'سورۂ کہف' ہے۔ احادیث میں آیا ہے کہ جو پوری سورۂ کہف 'یا ابتدائی و آخری آیات کی تلاوت کو معمول بنائے رکھے گا' وہ فتنۂ دجال سے محفوظ رہے گا۔ سورۂ کہف کی ابتدائی آٹھ آیات میں سے وہ دو آیات بہت اہم ہیں جہاں فرمایا گیا :

"ہم نے اس زمین کے اوپر جو کچھ ہے اسے اس زمین کے لئے زینت (زیبائش و آرائش کا سامان) بنادیا ہے تاکہ ہم آزمائیں کہ کون ہیں جو اچھے عمل کرتے ہیں"۔

یعنی دنیا ہی پر ریجھ کر رہ جاتے ہیں یا دنیا میں رہتے ہوئے اصل محبت اللہ سے کرتے ہیں۔ بقول شاعر ؎

رخ روشن کے آگے شمع رکھ کر وہ یہ کہتے ہیں
اُدھر جاتا ہے دیکھیں یا اِدھر پروانہ آتا ہے

اور فرمایا :

"جو کچھ بھی اس زمین کے اوپر ہے (ایک وقت آئے گا) یہ سب کا سب چورا ہو کر پڑا ہوگا اور زمین چٹیل میدان کی مانند ہو جائے گی۔"

گویا یہ سب چیزیں فانی ہیں جو ایک خاص مدت تک لوگوں کے امتحان کے لئے اس زمین پر پیدا کی گئی ہے۔

زمین کی آرائش و زیبائش میں سائنس و ٹیکنالوجی کی ترقی کے باعث آج بے انتہا اضافہ ہوگیا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج کا انسان بس اسی ٹیکنالوجی کو کل حقیقت سمجھ رہا ہے۔ اس کے نزدیک یہ سب فرسودہ باتیں ہیں ہے کہ اللہ کو مانو' رسول کو مانو' آخرت کو مانو' دوزخ' جنت' فرشتوں اور وحی پر ایمان لاؤ۔ وہ کہتا ہے آخر ان چیزوں کی عملی اہمیت کیا ہے۔ چنانچہ وہ روز بروز دین سے دور ہو رہا ہے۔ سورۂ کہف میں دنیا کی اسی چمک دمک کی اصل حقیقت سے آگاہ کیا گیا ہے۔ سورۂ کہف کے آخر میں بھی دو آیات میں اسی حیات دنیوی کی زینت کے حوالے سے

منبر و محراب

ایک نہایت اہم حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جو اس زیبائش و آرائش کے اندر گم ہو کر رہ گئے' صبح سے شام تک بس دنیا ہی کی فکر میں لگے رہے' حلال و حرام کی قیود کو پامال کیا' وہ سب سے زیادہ خسارے میں ہوں گے :

"اے نبی ان سے کہئے' ہم بتائیں کہ سب سے زیادہ خسارے میں رہنے والے کون ہیں؟ وہ لوگ کہ جن کی بھاگ دوڑ (سعی و جہد) دنیا ہی میں گم ہو کر رہ گئی۔ اور (اس سے بالاتر بات یہ ہے کہ) وہ سمجھتے ہیں کہ ہم بہت کامیاب ہیں"۔

سورۂ کہف کی ابتدائی و آخری آیات کے مطالعے کے بعد اب آیئے اس سورہ کے درمیان میں بیان ہونے والے مضامین کا اجمالی جائزہ بھی لیتے چلیں کہ ان کا فتنہ دجال سے کیا ربط و تعلق ہے۔ درمیان میں ایک مقام پر حضور ﷺ سے بھی حیاتِ دنیوی کی مذمت میں خطاب کیا گیا ہے۔ درحقیقت دعوت دین کے فروغ کے لئے حضور ﷺ ان لوگوں کی طرف بعض اوقات زیادہ التفات فرماتے جن کے پاس دنیا کی چمک دمک تھی اور جو دنیاوی حیثیت میں بڑے تھے کہ اگر یہ ایمان لے آئے تو اہل ایمان اور اسلام کو تقویت حاصل ہوگی۔ لیکن اس التفات کے دو منفی نتائج نکل رہے تھے۔ ایک تو دیکھنے والا اس غلط فہمی میں مبتلا ہو سکتا ہے کہ شاید آپ کی نگاہ میں بھی دنیوی مال و دولت ہی کی قدر ہے (معاذ اللہ) دوسرے یہ کہ فقرائے صحابہ رضوان اللہ علیہم میں بھی ایک احساس محرومی پیدا ہو رہا تھا کہ حضور ﷺ کی توجہ اور عنایت ہماری طرف اتنی نہیں ہے جتنی کہ ان سرداروں اور دولت مندوں کی طرف ہے۔ چنانچہ سورۂ کہف میں ان دو اسباب کی بدولت آپ کو اس طرزِ عمل سے روکا گیا :

"اے نبی آپ تلاوت کیا کیجئے جو بھی آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے کتاب میں سے۔ اس کی باتوں کا کوئی بدلنے والا نہیں ہے۔ اور آپ اللہ کے سوا اپنے لئے کوئی پناہ گاہ نہیں پائیں گے۔ اور روکے رکھئے اپنے آپ کو ان لوگوں کی رفاقت و معیت میں جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہیں اور جو اسی کی رضا کے طالب ہیں۔ اور دیکھئے ان سے اپنی نگاہوں کو ہٹا کر ان دولت مندوں کی طرف نہ پھیریئے۔ (کہیں لوگوں کو اشتباہ نہ ہو جائے) کہ آپ بھی دنیوی زندگی کی زینت چاہنے والوں میں ہیں۔ اور اس شخص کی بات سنیں ہی نہ جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کردیا ہے' اور جو اپنی خواہش نفس کی پیروی کر رہا ہے۔ اور ان کا معاملہ حد سے گزر جانے والا ہے۔ آپ تو کہہ دیجئے دیکھو میں جو تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں وہ تمہارے رب کی طرف سے

حق ہے تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔ جو شرک پر اڑے رہیں گے ان کے لئے ہم نے (جہنم کی) آگ تیار کر رکھی ہے۔ جس کی قناتیں انہیں اپنے گھیرے میں لے لیں گی۔ اور اگر وہ پیاس کی شدت سے بے تاب ہو کر پانی طلب کریں گے تو انہیں پانی بھی پینے کو وہ دیا جائے گا جیسے کہ کھولتا ہوا تانبا ہو۔ جو ان کے چہروں کو جھلس دے گا۔ بہت ہی بری ہو گی وہ پینے کی شے' اور بہت ہی بری ہو گی ان کی آرام گاہ"۔

ان آیات میں بھی وہی الفاظ استعمال ہوئے ہیں جو اس سورۂ مبارکہ کا مرکزی مضمون ہے۔ یعنی جو اس دنیا کی چمک دمک سے متاثر نہ ہوا اور آخرت کی زندگی کے لئے تیاری کرتا رہا وہ فتنہ دجال سے محفوظ رہے گا۔

اس سے ذرا آگے ایک اور مقام پر سورۂ کہف میں یوں فرمایا گیا :

"اے نبی ان لوگوں کے سامنے دنیا کی زندگی کی مثال بیان کیجئے۔ (دنیوی زندگی ایسے ہے) جیسے ہم آسمان سے پانی اتارتے ہیں' وہ پانی زمین میں جذب ہوتا ہے اور زمین کی روئیدگی کو باہر لے آتا ہے۔ پھر ایک وقت آتا ہے۔ کہ وہ سبزہ زرد ہو کر چورا چورا ہو جاتا ہے۔ اور ہوائیں اس کو اڑائے لئے پھرتی ہیں یقیناً اللہ تعالیٰ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے"۔

گویا کہ یہی انسانی زندگی ہے۔ ایک ہمارا مادی وجود ہے جو زمینی ہے' سبزے کی طرح۔ دوسری ہماری رُوح ہے جو آسمان سے آئی ہے' پانی کی طرح۔ ان دونوں کے امتزاج سے انسانی وجود تشکیل پاتا ہے۔ سبزہ چند ماہ میں سوکھ کر زرد ہو کر چورا چورا ہو جاتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ انسانی زندگی چالیس پچاس برس پر محیط ہے۔ جس کے بعد انسان بھی مٹی میں مل جاتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا تمہاری دنیوی زندگی کے اس امتحانی وقفے میں ہم نے تمہاری آزمائش کے لئے زیبائش اور آرائش رکھ دی۔ وہ کیا ہے؟ فرمایا :

"یہ مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زیبائش و زینت ہیں۔ (باقی رہنے والی چیز نہ مال ہے نہ اولاد ہے) اگر باقی رہیں گے تو نیک اعمال' وہ یقیناً بہت بہتر ہیں تمہارے رب کے نزدیک بدلے کے اعتبار سے اور وہی بہتر ہیں جن سے کوئی امید وابستہ کی جائے۔ جس دن کہ ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور زمین کو تم دیکھو گے کہ وہ سیدھی چٹیل میدان کے مانند ہو گی۔ پھر ہم تم سب کو جمع کریں گے۔ پھر ان میں سے کوئی نکل بھاگ نہ سکے گا۔ اور وہ سب پیش کئے جائیں گے اپنے پروردگار کے حضور صفیں باندھے ہوئے (اللہ فرمائے گا) آ گئے ہو ہمارے پاس جیسے ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا۔ لیکن تمہاری گمراہی یہ ہے کہ تم نے گمان کر لیا تھا کہ وہ وعدے کا وقت نہیں آئے گا۔ (جبکہ تمہیں اللہ کے حضور حاضر ہونا ہو گا)۔

یہ وسوسہ جب ذہن میں آتا ہے کہ کوئی قیامت نہیں' کوئی بعث بعد الموت نہیں۔ تو انسان حقیقی تباہی کی طرف چل پڑتا ہے۔

سورۂ کہف کے بعض دوسرے مضامین کا اجمالی جائزہ لیا جائے تو وہاں بھی یہی بات سامنے آتی ہے جو اب تک مذکورہ بالا مقامات میں بیان ہوئی ہے۔ مثلاً اس میں دو قصے بیان ہوئے ہیں۔ ایک قصہ دو دوستوں کے بارے میں ہے جن میں سے ایک کو اللہ نے بہت دولت دی تھی۔ اس کے پاس انگوروں کے دو باغات تھے جنہیں چاروں طرف سے کھجوروں کے درختوں' نے گھیرا ہوا تھا۔ آب پاشی کا بہترین نظام موجود تھا۔ درمیان میں کھیتی بھی تھی۔ اللہ نے ان نعمتوں کے ساتھ اسے اولاد بھی عطا کی تھی۔ دوسرا شخص اللہ والا تھا۔ اس کے پاس دنیوی اعتبار سے کوئی مال و دولت نہ تھی۔ دولت مند شخص کو اپنی دولت کا غرہ ہو گیا۔ اس نے کہا دیکھو تم مجھے کیا نصیحت کر رہے ہو۔ میں دنیا میں کامیاب ہوں اور تم ناکام۔ اسی کیفیت میں وہ اپنے باغ میں داخل ہوا اور کہا میں نے سارا بندوبست ایسا کر لیا ہے کہ ان پر باغات پر کبھی کوئی تباہی نہیں آسکتی۔ اور مجھے کوئی گمان نہیں ہے کہ قیامت واقع ہو گی۔ اور اگر بالفرض قیامت آ بھی گئی تو اگر میرے رب نے مجھے یہاں نوازا ہے تو وہ مجھے وہاں بھی نوازے گا۔ تم جیسے یہاں مفلس ہو وہاں بھی تمہارا کوئی اچھا حشر نہیں ہو گا۔ اس کے جواب میں اس درویش نے کہا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے اس اللہ کا کفر کر رہے ہو جس نے تمہیں مٹی سے نطفہ بنایا اور پھر نطفے سے مکمل انسان بنا دیا۔ یہ سارا کچھ اسی کا دیا ہوا ہے۔ کیوں نہ ایسا ہوا کہ جب تو اپنے باغ میں داخل ہوا تھا تو کہتا کہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔ یہ سب اللہ کی عطا ہے۔ تیری زبان پر ماشاء اللہ کے الفاظ آتے۔ یعنی تیرا سارا توکل اور دارومدار مادی وسائل و اسباب پر ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ مجھے تیرے اس باغ سے کہیں زیادہ عمدہ باغ عطا کر دے اور

حالاتِ حاضرہ

دینی و مذہبی جماعتوں کا ایک خالص دینی اتحاد وقت کی اہم ضرورت ہے

قانون توہین رسالتؐ کے طریق کار میں تبدیلی کا اصل کریڈٹ جماعت اہلسنّت کو جاتا ہے

دینی مطالبات کو کسی سیاسی ایشو کے ساتھ گڈمڈ نہ کیا جائے

خطاب جمعہ کے اختتام پر امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کا ملکی حالات پر اظہار خیال

قانون توہین رسالت کے طریق کار میں تبدیلی کا فیصلہ واپس لینے پر چیف ایگزیکٹو پرویز مشرف خراج تحسین کے حقدار ہیں' کیونکہ کسی بالغ نظر سیاستدان کی طرح انہوں نے دینی جماعتوں اور عوام کے مذہبی جذبات کا درست اندازہ لگایا اور فیصلہ واپس لیتے وقت اپنی انا یا ہٹ دھرمی کو راہ میں حائل نہیں ہونے دیا۔ پاکستان کی تاریخ میں کسی فوجی جرنیل کے ہاں ایسی دوسری مثال نہیں ملتی۔ اگرچہ قانون توہین رسالت کے طریق کار میں تبدیلی کے حکومتی فیصلے کے خلاف ملک کی قریباً تمام دینی و مذہبی جماعتوں نے صدائے احتجاج بلند کی تھی لیکن اس ضمن میں اصل کریڈٹ جماعت اہلسنّت کو جاتا ہے کہ جنہوں نے مضبوط موقف اختیار کر کے حکومت کو مجبور کر دیا۔ ملی یکجہتی کونسل کا بعض دوسرے مطالبات کی منظوری کے لئے تاجروں کے ساتھ ہڑتال میں شمولیت کرنا بہتی گنگا میں ہاتھ دھونے کے مترادف ہے۔ کیونکہ دینی جماعتوں کی کسی ایسے اتحاد میں شرکت کہ جس میں مختلف اور متضاد عناصر محض کسی حکومت کو گرانے یا غیر مستحکم کرنے کی خاطر جمع ہوں ہمیشہ منفی نتائج کی حامل ہوتی ہے۔ دینی جماعتوں کو نفاذ شریعت اور دیگر دینی مطالبات کے لئے خالص دینی پلیٹ فارم سے تحریک چلانی چاہئے اور کسی سیاسی ایشو کو دینی مطالبہ کے ساتھ گڈمڈ نہیں کرنا چاہئے۔ دینی معاملات کو سیاست سے الگ تھلگ رکھتے ہوئے تمام دینی و مذہبی جماعتوں کا ایک خالص دینی اتحاد وقت کی اہم ضرورت ہے۔

ماضی میں کئی بار دینی جماعتوں نے سیاسی جماعتوں کے ساتھ مل کر تحریک چلائی جس سے سیاسی طالع آزماؤں نے تو سیاسی فائدے حاصل کئے لیکن دین اور دینی جماعتوں کو کچھ حاصل نہ ہوا۔ لہٰذا ہمیں دوبارہ اس تجربے کو دہرانے کی بجائے دینی معاملات کے لئے ایک الگ خالص دینی محاذ بنانا چاہئے۔ جس کا پی این اے کی طرح الگ دستور العمل وضع کیا جائے اور اسے سیاستدانوں اور جاگیرداروں کے مفادات کا آلہ کار بنانے کے بجائے خالص دینی ایشوز تک محدود رکھا جائے۔ اس سے نہ صرف دینی جماعتوں کی ساکھ بحال ہو گی بلکہ ملک میں نفاذ شریعت کی منزل بھی جلد حاصل ہو جائے گی۔

تیرے اس باغ کو تباہ و برباد کر دے۔ اس اللہ والے کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ پورے ہو گئے۔ اور اللہ نے اس کے دونوں باغ تباہ و برباد کر دیئے۔ اس کے بعد الفاظ آتے ہیں۔ کہ اب وہ رہ گیا اپنی ہتھیلیاں ملتا ہوا کہ کاش میں نے اپنے رب کے ساتھ شرک نہ کیا ہوتا۔ غور طلب بات یہ ہے کہ یہ کون سا شرک ہے؟ ـــــ یہ دراصل مادہ پرستی کا شرک ہے۔ یعنی انسان کا بھروسہ اور توکل اللہ تعالیٰ کی ذات پر نہیں بلکہ مادی اسباب پر آجائے۔ آج کے دور کا سب سے بڑا شرک بھی مادی وسائل و اسباب پر بھروسہ و توکل رکھنا ہے۔

اس سورۂ مبارکہ میں ایک اور تفصیلی قصہ آیا ہے جس میں اللہ کے حکم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک طویل سفر اور حضرت خضر علیہ السلام سے ان کی ملاقات کا ذکر ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے ایک مقام پر ایک کشتی کا تختہ توڑ دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس پر اعتراض کیا کہ آپ تو کشتی والوں کو غرق کر دینا چاہتے ہیں۔ حضرت خضر نے انہیں یاد دلایا کہ میرے ساتھ تمہاری رفاقت کی شرط یہ تھی کہ تم کسی بات پر اعتراض نہیں کرو گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام خاموش ہو گئے۔ آگے چلے تو ایک لڑکا نظر آیا۔ حضرت خضر نے اسے قتل کر دیا۔ حضرت موسیٰ پھر خاموش نہ رہ سکے۔ حضرت خضر نے وعدہ یاد دلایا اور کہا کہ اب اگر آپ کسی اور معاملے میں معترض ہوئے تو تمہارے اور میرے درمیان رفاقت جاری نہ رہ سکے گی۔ اس کے بعد وہ ایک بستی میں پہنچے، وہاں انہیں بھوک لگی، لیکن بستی والوں نے انہیں کھانا نہ دیا۔ اس بستی میں انہوں نے ایک دیوار کو دیکھا جو گرا چاہتی تھی۔ حضرت خضر نے اسے سیدھا کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پھر بول اٹھے کہ یہ کیسے نانہجار لوگ ہیں اور آپ نے ان کی دیوار کو سیدھا کر دیا۔ اگر کام کرنا ہی تھا تو ان سے اُجرت لیتے تاکہ ہمارے کھانے کا بندوبست ہو سکتا۔ اس پر حضرت خضر نے کہا اب ہمارے درمیان جدائی کا وقت آ گیا۔ کیونکہ آپ اپنے وعدے پر قائم نہ رہ سکے۔ اب سن لو کہ ان واقعات کے پیچھے اصل حقیقت کیا تھی۔ دیکھو وہ کشتی کچھ مزدوروں کی ملکیت تھی۔ آگے ایک ظالم بادشاہ تھا جو ہر بے عیب کشتی کو لوگوں سے چھین رہا تھا۔ میں نے کشتی عیب دار کر دی تاکہ وہ اس کشتی کو چھوڑ دے اور ان غریبوں کی روزی کا ذریعہ برقرار رہے۔ یعنی بظاہر ایک چیز تمہیں بری نظر آتی ہے، حقیقت میں اس میں خیر ہوتی ہے۔ اسی طرح وہ نوجوان لڑکا جس کو میں نے قتل کیا، اس کے والدین بڑے نیک ہیں۔ اللہ کو معلوم تھا کہ وہ بڑا ہو کر سرکش بنے گا اور اس طرح وہ اپنے نیک والدین کے لئے سوہان روح بنتا۔ لہٰذا اسے اللہ کے حکم سے مار دیا گیا تاکہ اللہ انہیں اس کے بدلے نیک اولاد عطا کرے اور وہ ان کے بڑھاپے کا سہارا بنے۔ یعنی بظاہر تو وہ والدین رو رہے ہوں گے کہ اللہ نے ہمارا بیٹا لے لیا لیکن اس میں خیر پنہاں تھی، اللہ نے انہیں اس کے شر سے بچایا تھا۔ اسی طرح بستی کی وہ دیوار جسے میں نے سیدھا کیا، اس کے نیچے دو یتیم بچوں کا مال دفن تھا جو ان کے نیک باپ نے ان کے لئے وہاں رکھا تھا۔ اگر وہ دیوار گر جاتی تو وہ خزانہ ابھی ظاہر ہو جاتا۔ لہٰذا میں نے اس دیوار کو اس لئے سیدھا کر دیا کہ جب تک یہ بچے جوان ہوں دیوار کھڑی رہے۔ بعد میں کسی حیلے سے انہیں یہ مال مل جائے گا۔ گویا کہ دنیا میں جو حوادث پیش آتے ہیں ان کا ظاہر کچھ اور ہوتا ہے باطن کچھ اور ہوتا ہے۔ ضروری نہیں ہے کہ ہر چمکتی شے سونا ہی ہو جیسا کہ سورۂ بقرہ میں فرمایا، یہ ہو سکتا ہے کہ تم کسی شے کو ناپسند کرو در آنحالیکہ اسی میں تمہارے لئے خیر ہو اور ہو سکتا ہے کہ تم کسی شے سے محبت کرو اور اس میں تمہارے لئے شر ہو۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ انسان کو دنیا کے ظاہری حالات سے زیادہ اثر نہیں لینا چاہئے۔ بظاہر انسان کو کوئی نقصان پہنچے لیکن اس کا اللہ کی ذات پر ایمان ہو کہ ہو سکتا ہے اس میں میرے لئے کوئی خیر پنہاں ہو۔ درحقیقت ان واقعات کے پردے میں بھی دنیا کی حقیقت واضح کی گئی ہے کہ دنیا کا ظاہر اصلی نہیں ہے یہ تو ایک پردہ ہے جو حقیقت پر پڑا ہوا ہے۔

اس کے علاوہ اس سورۂ مبارکہ میں دو مزید قصے تفصیل سے آئے ہیں۔ ایک واقعہ اصحاب کہف کا ہے۔ یہ وہ لوگ تھے جو توحید پر ایمان لائے لیکن رومن امپائر میں شرک کا غلبہ تھا۔ لہٰذا یہ نوجوان اپنے ایمان کی حفاظت کی خاطر ایک غار میں جا کر چھپ گئے اور اللہ نے تین سو برس تک انہیں وہاں سلائے رکھا۔ جب ان کی آنکھ کھلی تو انقلاب آچکا تھا اور پوری رومن ایمپائر حضرت مسیح کے دین کو اختیار کر چکی تھی۔ یہ قصہ بھی اہل ایمان کے لئے ایک رہنمائی لئے ہوئے ہے کہ ان پر کبھی ایسا وقت بھی آ سکتا ہے کہ ایمان پر استقامت کی خاطر جان بچانے کے لئے کسی غار میں چھپنا پڑے۔

دوسرے واقعہ میں اہل ایمان کے دنیاوی عروج کا تذکرہ ہے۔ حضرت ذوالقرنین اللہ کے نیک بندے تھے، اللہ نے انہیں اقتدار عطا کیا تھا۔ اس سورۂ مبارکہ میں ان کی تین مہمات کا ذکر کیا گیا ہے، مغرب، مشرق اور شمال میں انہیں فتوحات حاصل ہوئیں۔ کیخسرو یا سائرس وہ بادشاہ تھا جنہیں قرآن ذوالقرنین کہتا ہے۔ ان کی عظیم

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

KT

KHALID TRADERS

IMPORTERS - INDENTORS - STOCKISTS & SUPPLIERS OF WIDE VARIETY OF BEARINGS, FROM SUPER - SMALL TO SUPER - LARGE

NATIONAL DISTRIBUTORS NTN BEARINGS

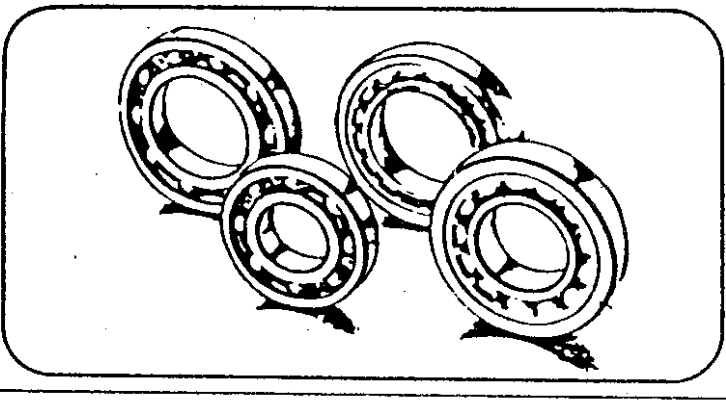

PLEASE CONTACT

Opp. K.M.C. Workshop, Nishtar Road, Karachi-74200, Pakistan.
G.P.O. Box #. 1178 Phones : 7732952 - 7730595 Fax : 7734776 - 7735883
E-mail : ktntn@poboxes.com

FOR AUTOMOTIVE BEARINGS : SIND BEARING AGENCY, 64 A-65 Manzoor Square Noman St. Plaza Quarters Karachi-74400(Pakistan)
Tel : 7723358-7721172

LAHORE : 5 - Shahsawar Market, Rehaman Gali No. 4, 53-Nishtar Road, Lahore-54000, Pakistan. Phones: 7639618,7639718,7639818, Fax: (42) : 763-9918

GUJRANWALA: 1-Haider Shopping Centre, Circular Road, Gujranwala Tel : 41790-210607

WE MOVE FAST TO KEEP YOU MOVING

تاجروں اور فوجی حکومت کی کشمکش

ایک جائزہ‘ چند تجاویز

مرزا ایوب بیگ‘ لاہور

امریکہ کا خلائی جہاز بڑی کامیابی سے اپنے سفر پر رواں دواں تھا اور زمین پر قائم کنٹرول روم کی ہدایات کے مطابق اپنا مشن مکمل کر رہا تھا۔ اچانک جہاز کی چھت کے ساتھ نصب ایک پائپ کی کارکردگی کسی نقص کی وجہ سے متاثر ہونے لگی۔ کنٹرول روم کی ہدایت کے مطابق ایک خلاباز اسے درست کرنے لگا۔ اپنا کام کرتے ہوئے اچانک خلاباز نے کنٹرول روم سے پوچھا آج کیا تاریخ ہے؟ کنٹرول روم سے جواب ملا اپنے کام سے کام رکھو‘ آپ کو اس وقت تاریخ سے کیا غرض ہے۔ خلاباز نے تاریخ پوچھنے پر اصرار کیا اور یہاں تک دھمکی دے دی کہ اگر اسے تاریخ نہ بتائی گئی تو وہ کام کرنا چھوڑ دے گا۔ کنٹرول روم والوں نے تاریخ بتائی تو اس کے اوسان خطا ہو گئے اور ہاتھ سے پائپ چھوٹ گیا۔

کنٹرول روم والوں نے چیخ چیخ کر پوچھا کیا ہوا ہے؟ کنٹرول روم والوں کے پسینے چھوٹ گئے‘ کہیں سب کچھ تباہ نہ ہو جائے۔ بڑی مشکل سے خلاباز نے اپنے اوسان بحال کئے اور رندھی ہوئی آواز میں کہا کہ میری ٹیکس ریٹرن داخل کرنے کی آج آخری تاریخ تھی‘ اب کیا ہو گا۔ کنٹرول روم والوں نے اسے تسلی دی کہ ہم ٹیکس چیف سے بات کرتے ہیں۔ لیکن ٹیکس چیف نے کہا کہ وہ کسی انتہائی اہم ضمانت کے بغیر کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ بالآخر صدر امریکہ سے درخواست کی گئی اور اس کی ضمانت پر ٹیکس چیف درخواست گزار کو ریلیف دینے پر رضامند ہوا۔ یہ ٹیکس کلچر کے فروغ پانے کا نتیجہ ہے۔ پاکستان میں ٹیکس کلچر کا فروغ پانا تو بہت دور کی بات ہے‘ ٹیکس کو ریاست کی بنیادی ضرورت نہیں بلکہ جرمانہ سمجھا جاتا ہے۔ اور صرف Skin بچانے کے لئے دیا جاتا ہے اور صرف اس قدر دیا جاتا ہے جس سے سر سے مصیبت ٹل جائے۔

سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں ہے؟ وہ تاجر جو بھارت کی طرف سے مسلط کردہ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں چیزوں کی قیمتوں میں حیرت انگیز کمی کر دیتا ہے‘ دفاعی فنڈ میں خوب دل کھول کر چندہ دیتا ہے‘ سیلاب زدگان اور قحط زدہ کی بڑھ چڑھ کر مدد کرتا ہے‘ نفاذِ زکوٰۃ کا پرزور مطالبہ کرتا ہے‘ قرض اُتارو ملک سنوارو کا نعرہ لگے تو بینکوں کے سامنے قطار اندر قطار نظر آتا ہے‘ انفرادی سطح پر غرباء اور مستحقین کی مدد پر ہر وقت آمادہ نظر آتا ہے‘ وہ حکومتی محصولات خصوصاً انکم ٹیکس کے نام سے ہی الرجک کیوں ہے؟ اس کی بھنویں تن جاتی ہیں چہرہ غضبناک اور آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں۔ اس مسئلہ پر سطحی سی نگاہ ڈال کر تنقیدی انداز میں یہ کہہ دینا کہ تاجر ٹیکس کیوں نہیں دیتے اور ان کی حب الوطنی پر شک کرنا انتہائی غیر مناسب طرزِ عمل ہے۔ اگرچہ یہ کہنا بھی درست نہیں ہو گا کہ تاجر بالکل معصوم اور مظلوم ہیں۔ درحقیقت برائی دونوں طرف سے جڑوں تک پہنچی ہوئی ہے۔ آیئے جائزہ لیں ایسا کیوں ہوا اور کون اس کا کس حد تک ذمہ دار ہے؟

پاکستان کا قیام اس حالت میں ہوا کہ ملازمین کو تنخواہیں دینے کے لئے خزانے میں کچھ نہیں تھا۔ مہاجروں کے لٹے پٹے قافلے چلے آ رہے تھے۔ ہندو نے اپنی روایتی بددیانتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اثاثوں میں سے پاکستان کا حصہ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ ماہرینِ اقتصادیات کی عدم دستیابی کا یہ عالم تھا کہ ایک انگریز ماہر اقتصادیات نے دعویٰ کیا تھا کہ پاکستان کبھی سٹیٹ بینک بھی قائم نہیں کر سکے گا۔ بہرحال بعض مسلمان سرمایہ داروں نے جن میں آغا خاں خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں‘ آغاز میں سہارا دیا اور روزمرہ کے معمولات کسی نہ کسی طرح سدھرنے لگے۔ ہندو کے انخلا سے تجارت میں جو خلا پیدا ہوا تھا اور ہندو اور انگریز دونوں کی عدم موجودگی سے کاروبار کرنے اور سرکاری ملازمت کے حصول کے جو سنہری مواقع قیامِ پاکستان سے مسلمانوں کو حاصل ہوئے اس سے بہت سے لوگ جو تجارت کی ابجد سے واقف نہیں تھے تیزی سے ترقی کر کے بڑے سیٹھ بن گئے اور بہت سے نیم ملاں قسم کے لوگ برق رفتاری سے اعلیٰ سرکاری عہدوں پر فائز ہو گئے یعنی دونوں طبقات کا معاملہ یہ ہوا کہ ”تھوڑی میں بُھتا پڑ گیا“ (الاماشاءاللہ) لہٰذا کاروباری طبقات کے ذہن میں کا ذہن بتدریج ترقی کی بجائے راتوں رات کروڑ پتی بننے کا خبط سوار ہو گیا۔ سرکار میں اعلیٰ عہدے حاصل کرنے والے نے سوچا کہ رنگ اگرچہ مرا کالا ہے لیکن ہوں تو میں بھی حاکم۔ لہٰذا اس میں عوام کی خدمت کرنے کا جذبہ تو پیدا نہ ہوا البتہ جاہ و جلال اور شان و شوکت اور اپنا رعب و دبدبہ قائم کرنے کی خواہش کوٹ کوٹ کر بھر گئی۔ وہ بدیشی حکمرانوں کی صفات کو تو اپنا نہ سکا لیکن ہونٹوں کے کونے میں سگار دبانے اور ٹیڑھا منہ کر کے انگریزی بولنے کو سب کچھ سمجھ کر اس مصنوعی جاہ و جلال کو حرام مال سے سہارا دینے کی کوشش کرنے لگا۔

دوسری طرف ہماری بدقسمتی یہ ہوئی کہ ہماری سیاسی قیادت ملک کو مستحکم نظام نہ دے سکی۔ نہ آئین بن سکا نہ کوئی بالغ رائے دہی کی بنیاد پر قومی سطح پر انتخابات ہوئے۔ لہٰذا سیاست دان عوام میں اپنی جڑیں مضبوط کرنے میں ناکام رہے اور ان کے اقتدار اور ان کی سیاست کا مکمل انحصار بیوروکریسی پر ہو گیا‘ جس سے حکمران چاہے وہ سول تھے یا فوجی‘ بیوروکریسی کے اشاروں پر ناچنے پر مجبور ہو گئے اور بیوروکریسی نے ان کی مجبوری کا بھرپور فائدہ اٹھایا۔ انہوں نے عوام کو لوٹنے کے لئے ایسے محکمہ جاتی قوانین بنائے کہ عام لوگوں کے لئے ایسے قوانین پر پورا اترنا تقریباً ناممکن ہو گیا۔ محصولات وصول کرنے والے حکومتی کارندوں نے اس معاملے میں خاص طور پر دھاندلی کی بلکہ اودھم مچا دیا۔ انکم ٹیکس کی ایسی ناقابلِ عمل بلکہ احمقانہ شرح قائم کی گئی کہ بعض اوقات قانون کی کتاب میں پڑھ کر بھی یقین نہیں آتا تھا۔ مثلاً کسی تجارتی ادارے کی آمدنی اس سطح پر بھی پہنچ سکتی ہے کہ اسے اپنی خالص آمدنی کا ٧۵% حکومت کو انکم ٹیکس کی صورت میں ادا کرنا پڑے۔ اگرچہ نواز شریف دور میں اس شرح کو کم کیا گیا لیکن پھر بھی اسے قابلِ عمل نہ بنایا گیا۔ یاد رہے یہ ٹیکس ان تمام محصولات کے علاوہ تھا جو ایک کاروباری کو ادا کرنے ہوتے ہیں اور بقول تاجر رہنما عمر سیلیا ان کی تعداد بائیس کے قریب ہے۔ یعنی ایک کاروباری دن رات محنت کرے اور جو کچھ کمائے اس کا اکثر و بیشتر حصہ ٹیکس کی صورت میں ادا کر دے۔ ستم بالائے ستم یہ کہ سب کچھ ادا کر کے بھی

اس کے پاس کیا ثبوت ہے کہ حکومتی قوانین کے مطابق تمام ادائیگیاں ہو چکی ہے۔ جنہوں نے حرام کھانے کے لئے قوانین گھڑنے کی مشقت کی ہے وہ اسے سچا کیوں مانیں گے؟ ان کا سی بی آر کے ساتھ قصاب اور بکرے والا رشتہ قائم ہو کر رہے گا۔ پھر انکم ٹیکس حکام کا اور ان کے گاہکوں کا (یعنی تاجروں کا) ایسا رشتہ اور تعلق قائم ہوا کہ وہ اپنے مہربانوں کو خود بتاتے اور راہ دکھاتے تھے کہ فلاں قانون کا توڑ یہ ہے اور فلاں قانون کا توڑ یوں ہو گا۔

دوسری طرف تاجر میں یہ سوچ پیدا ہوئی کہ مجھے اگر رشوت ہی دے کر اپنا کام نکلوانا ہے تو میں ادائیگی ٹیکس کے معاملے میں جتنی کمی کر سکوں اتنی ہی تھوڑی ہے۔ پھر یہ کہ جب ٹیکس حکام سے میل جول بڑھا اور آنا جانا شروع ہوا تو وہ اس کی شان و شوکت اور شاہ خرچیاں دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ کیونکہ وہ پانچ چھ ہزار تنخواہ لینے والے کے گھر میں ایسی اشیاء دیکھتا تھا جو اس کے نصیب میں نہ تھیں۔ اس کے علم میں یہ بھی آتا تھا کہ صاحب کے دو بیٹے امریکہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور اہل خانہ گرمیاں اکثر سوئیزر لینڈ میں گزارتے ہیں اور یہ سب کچھ وہ ایر کنڈیشنڈ دفتر میں چند گھنٹے گزارنے سے حاصل کر رہا ہے جبکہ وہ خود دن رات کولہو کا بیل بن کر بھی یہ سب کچھ حاصل نہیں کر سکتا۔

ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ تاجر اگر انکم ٹیکس مقررہ تاریخ پر جمع نہ کرا سکے تو وقت گزارنے کے بعد اسے اصل رقم کے ساتھ سود بھی ادا کرنا پڑتا ہے جبکہ تاجر اگر ٹریبونل یا کورٹ میں کیس جیت لے تو اسے اوّل تو ری فنڈ (Refund) ملتا نہیں بلکہ adjust ہوتا ہے یا پھر یہ کہ اپنی ہی رقم حاصل کرنے کے لئے رشوت بھی دے' جوتیاں بھی توڑے اور منت سماجت بھی کرے۔ اس چیز نے تاجر میں زبردست رد عمل پیدا کیا۔ علاوہ ازیں اس معاملے میں وہ ضرب المثل بھی غلط ثابت ہوئی کہ دینے والا ہاتھ اوپر اور لینے والا ہاتھ نیچے ہوتا ہے۔ انکم ٹیکس دینے والوں سے بعض اوقات ایسا توہین آمیز رویہ اختیار کیا جاتا تھا کہ بعض تاجروں کو انکم ٹیکس دفتر سے واپسی پر روتے دیکھا گیا۔ اور بعض جذباتی قسم کے لوگوں نے اپنے اچھے بھلے کاروبار کو تالا لگا دیا۔ اور بعد میں دوسرا کوئی کام سیٹ نہ ہونے کی وجہ سے وہ مقروض اور ذہنی مریض بنتے دیکھے گئے۔ بوڑھے اور بیمار لوگوں کا گھنٹوں پیشی کے انتظار میں دفتر کے باہر کھڑے رہنا ایک معمولی سا واقعہ ہے۔ شاید اسی لئے کروڑوں اور اربوں روپے تنخواہ اور مراعات کی صورت میں لینے والا انکم ٹیکس دفتر اپنے clints کے لئے چند کرسیاں رکھنا گوارا نہیں کرتا۔ بعض اوقات جان بوجھ کر ذہنی ٹارچر پہنچایا جاتا اور عزت نفس کو مجروح کیا جاتا ہے۔ کسی دس نمبری یا لقب زن کو اس انداز میں نہیں پکارا جاتا جیسے اور جتنا ہر ٹیکس گزار تاجر کو ٹیکس چور کے لقب سے نوازا جاتا ہے۔ اس غیر اخلاقی بلکہ غیر انسانی رویے نے تاجر میں شدید رد عمل پیدا کیا ہے۔ لہٰذا اسے ٹیکس دیتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ وہ ایسے لوگوں کو اپنے خون پسینے کی کمائی پیش کر رہا ہے جو اس کی عزت کے دشمن ہیں اور اس کی اس پونجی کو اللوں تللوں میں اڑا دیں گے۔ وہ یہ بھی سمجھتا ہے کہ اس سب کے باوجود اسے خوف اور دہشت میں مبتلا رکھا جاتا ہے۔

تجارت نفع اور نقصان کا نام ہے لیکن انکم ٹیکس حکام نقصان کی ریٹرن کو مضحکہ خیز قہقہوں' طنز و طعن میں اڑا دیتے ہیں۔ ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ لوگوں نے قرض اٹھا کر انکم ٹیکس ادا کیا کیونکہ محکمہ کی لغت میں نقصان نامی کوئی لفظ موجود ہی نہیں ہے۔ لہٰذا تاجر کے ذہن میں محصولات خصوصاً انکم ٹیکس کی ادائیگی ایک شہری کی حیثیت سے قومی اور ریاستی فریضہ نہیں بلکہ جان بچانے کے لئے ایک جرمانے اور سزا کی حیثیت سے جاگزیں ہو گئی ہے۔

ان اسباب کی بنیاد پر اس جرمانے سے بچنے کے لئے تاجر نے ہر حربہ استعمال کیا اور وہ دوسری انتہا پر چلا گیا۔ اسے اگر موقعہ ملے تو لاکھوں کما کر بھی وہ ٹیکس اگر چھپا سکتا ہو تو چھپا لیتا ہے۔ پھر یہ کہ فائدے والے کام میں انسان کا نفس اور شیطان لاکھوں حیلے سجھا دیتا ہے۔ وہ بڑی شرح سے ٹیکس دینا تو دور کی بات ہے' سارے کا سارا گول کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ تاجروں کا بھی فرض تھا کہ وہ self assesment scheme کا بھرپور فائدہ اٹھاتے اور ٹیکس کی ادائیگی میں خاطر خواہ اضافہ کرتے' لیکن ٹیکس بچانا جب ہنر ٹھہرا تو یہ کوئی راز کی بات نہیں کہ ایسے معاملات میں ہماری قوم انتہائی ہنر مند ہے۔ اگرچہ تاجر حضرات کی طرف سے اس کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ ٹیکس کی ادائیگی کی صورت میں انہیں بہت سی قانونی پیچیدگیوں کا سامنا کرنا پڑتا۔

اب سوال یہ ہے کہ اس ساری صورتِ حال سے چھٹکارا پانے کا طریقہ کیا ہے۔ ہمارے نزدیک پہلی بات یہ ہے کہ حکومت نے اقتصادی حالات کو بہتر بنانے کے لئے غلط ترجیحات قائم کی ہیں۔ پھر یہ کہ حکومت کا انداز انتہائی غیر حکیمانہ بلکہ احمقانہ ہے۔ ہمارے وزیر داخلہ صاحب نے پنجابی فلموں کے ولن کا رول اپنے لئے منتخب کر لیا ہے۔ وہ دھمکیاں دے رہے ہیں اور بڑکیں مار رہے ہیں۔ حکومت نے تاجر کی قوت کا بہت غلط اندازہ لگایا ہے اور اسے under estimate کر رہی ہے۔ پھر یہ کہ ہمارے بے اصول سیاست دان جن میں بے نظیر اور نواز شریف سر فہرست ہیں' تاجروں کی حوصلہ افزائی کر رہے ہیں۔ دونوں مذکورہ لیڈروں نے اپنے اپنے عہد حکومت میں سیلز ٹیکس لگانے اور ڈاکومیٹیشن اکانومی کا نظام قائم کرنے کی بھرپور کوشش کی تھی لیکن حکومت سے نکالے جانے کے بعد وہ ان ہی معاملات میں حکومت کی زبردست مخالفت اور تاجروں کی حمایت کر رہے ہیں۔ بلکہ اپنے مقاصد کے حصول کے لئے انہیں حکومت کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کر رہے ہیں جس سے تاجروں اور حکومت کے درمیان خلیج بڑھ رہی ہے۔ ہماری رائے میں عبوری حکومت کو اس بحران کو حل کرنے میں عبوری اقدام کرنے چاہئیں۔ خصوصاً اس لئے کہ جمہوریت کے خاتمے سے ہم دنیا میں تنہا ہو گئے ہیں۔ ایٹمی صلاحیت کے حصول سے واحد عالمی سپریم پاور ہماری جان کی دشمن بن چکی ہے۔ ہمارا پیدائشی اور ازلی دشمن بھارت سرحدوں پر کشمیر کی تحریک کا حساب چکانے کے لئے پر تول رہا ہے۔ محدود اور کھلی جنگ کی باتیں ہر خاص و عام کی زبان پر ہیں۔ تمام سیاسی قوتیں فوجی حکمرانوں کے خلاف یکجا ہوتی نظر آرہی ہیں۔ لہٰذا فوجی حکومت کو اندرون ملک اتنا بڑا محاذ نہیں کھولنا چاہئے۔

راقم کی رائے میں پچاس سالہ پرانے سرطان کا علاج یک دم ایک اپریشن سے کرنے کی کوشش کرنا دانش مندانہ نہیں ہو گا۔ لیکن حکومت کا ریونیو حاصل کرنے کا ہدف کیسے پورا ہو؟ اس لئے حکومت چوائس دے کہ جو تاجر سروے اور چھان بین سے بچنا چاہتے ہیں وہ اس سال اپنے گزشتہ انکم ٹیکس اور ویلتھ ٹیکس میں پچاس فیصد کا اضافہ کر دیں اور جو ٹیکس گزار یہ سمجھیں کہ یہ اضافہ زیادہ ہے وہ اپنا مکمل حساب پیش کر دیں۔ ہماری رائے میں اگرچہ یہ بہت بڑا اضافہ ہے لیکن اس کے بغیر حکومت کی ضرورت کیسے پوری ہو گی۔ اس طرح تاجر بھی خوف و دہشت کی فضا سے باہر نکل کر پوری سرگرمی سے اپنے کاروبار دوبارہ شروع کر سکیں گے جو تقریباً دو تین ماہ سے بالکل ٹھپ پڑے ہیں۔

ایک دوسری صورت یہ ممکن ہے کہ حکومت اعلان کر دے کہ تمام ٹیکس دہندگان اپنا ٹیکس گزشتہ سال کی نسبت دگنا کر دیں یعنی سو فیصد بڑھا دیں۔ لیکن اس صورت میں حکومت یہ پابندی قبول کرے یا وہ اپنے عبوری دور یعنی تین سال تک مزید کوئی اضافہ نہیں کرے گی اور سیلز ٹیکس اور مکمل ڈاکومینٹیشن کا معاملہ عوامی اور دستوری حکومت کے قیام تک ملتوی کر دیا جائے۔ جس تاجر کو یہ اضافہ منظور نہ ہو وہ اپنے اثاثہ جات کی مکمل طور پر چھان بین کروائے۔ ہماری رائے میں ۹۵ فیصد تاجر اسے غنیمت جانیں گے اور خوف و ہراس سے نجات حاصل کریں گے۔ پھر یہ کہ موجودہ حکومت اپنی رخصتی سے پہلے ٹیکس کی شرح میں غیر معمولی کمی کر دے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ ٹیکس دہندگان سوچیں گے کہ non-documentation سے ان کے ٹیکس میں اتنا اضافہ ہو چکا ہے اور اب ٹیکس کی شرح اتنی کم ہو گئی ہے کہ

اُسے ڈاکو میٹیشن وارا کھاتی ہے۔ اگر فوری طور پر ڈاکو میٹیشن مسلط کرنے کی کوشش کی گئی جب کہ ٹیکس کی شرح بہت زیادہ ہے اور اس وقت تاجر ٹیکس کم ادا کر رہا ہے تو تاجر یقیناً مرنے مارنے پر اتر آئے گا لیکن ڈاکو میٹیشن نہیں اپنائے گا جس سے قوم و ملک کو سنگین خطرات لاحق ہو جائیں گے۔

دوسرا عبوری قدم یہ ہونا چاہئے کہ وہ کاروباری لوگ خاص طور پر چھوٹی مارکیٹوں میں کاروبار کرنے والے جو سرے سے ٹیکس نیٹ میں نہیں ہیں انہیں ٹیکس نیٹ میں لایا جائے اور چاہے کوئی سالانہ ۵۰۰ روپیہ ٹیکس ادا کرے لیکن کچھ نہ کچھ ضرور ادا کرے۔ ان چھوٹی رقوم سے ناقابل یقین حد تک بہت بڑی رقم اکٹھی ہو جائے گی۔ فوجی حکومت ریونیو اکٹھا کرنے کے لئے اپنا رخ اس طبقہ کی طرف کرے جس نے ماضی میں ملک کو دونوں ہاتھوں سے نہیں کرین سے لوٹا ہے۔ اور یہ طبقہ ہماری سول اور ملٹری بیوروکریسی اور سیاست دانوں کا ٹولہ ہے۔ تاجر طبقہ دن رات محنت کرتا ہے پھر ٹیکس دینے میں ڈنڈی مارتا ہے۔ جبکہ یہ طبقہ قلم کی جنبش سے لاکھوں اور کروڑوں کما رہا ہے۔ سیاست دانوں کا وہ طبقہ جو ان سے ملی بھگت کر کے غبن کرتا اور بینک لوٹتا رہا ہے ان کے پیٹ پھاڑ کر قومی خزانہ برآمد کیا جائے۔ تاجروں کی اکثریت نے اپنے ہی واجب الادا ٹیکس میں ہیر پھیر کیا ہے۔ کسی کا کچھ نہیں لوٹا' جبکہ ان مذکورہ بالا طبقات نے بینک اور کئی مالی ادارے دیوالیہ کر دیئے ہیں۔ ہم فوجی حکمرانوں کو آگاہ کرنا چاہتے ہیں کہ انہی طبقات نے باہمی ملی بھگت سے آپ کا رخ تاجروں کی طرف پھیر دیا ہے۔ تاجروں سے یقیناً ٹیکس وصول کیا جائے لیکن انہیں بھی کٹہروں میں کھڑا کر کے ملکی خزانے کا مال واپس لایا جائے۔ آخر وہ کھربوں روپے کی امداد کہاں گئی۔ عوام کے لئے دودھ کی نہریں نہیں بہادی گئیں۔ ہماری حکومتیں ٹیکس کی ادائیگی کے معاملے میں یورپی تاجروں کا حوالہ دیتی ہیں۔ یورپ میں تاجر باعزت شہری ہے اور اسے زندگی کی تمام سہولتیں حاصل ہیں۔ ہمارے تاجر جن مارکیٹوں میں کام کرتے ہیں ان کی سڑکیں ٹوٹی پھوٹی ہیں' نالیوں کی غلاظت باہر سڑکوں پر پھیلی ہوئی ہے' ٹیلی فون خراب پڑے رہتے ہیں اور غلط بل انہیں بھجوائے جاتے ہیں' غضب ناک گرمی میں بھی بجلی آنکھ مچولی کرتی رہتی ہے۔ کارپوریشن کا عملہ جینے نہیں دیتا' حکومت کے درجنوں محکمے اپنی اپنی چودھراہٹ جماتے ہیں' ملٹری دور میں مارشل لاء کی دھونس جمائی جاتی ہے اور تاجروں کو بلیک میل کیا جاتا ہے۔ حکومت کو چاہئے کہ اگر یورپ والا رویہ تاجروں سے مطلوب ہے تو یورپ والی مراعات بھی تاجروں کو مہیا کرے۔ بہرحال ہماری رائے میں موجودہ تاجر حکومت جنگ میں اگرچہ غلطیاں اور کوتاہیاں دو طرفہ ہیں لیکن تاجر طبقہ حکومتی محکمہ جات کے ناجائز رویئے اور بے شمار قانونی بندھنوں کی وجہ سے re-act کر رہا ہے۔ ہمارا تاجر بالعموم محب وطن اور مناسب ٹیکس ادا کرنا چاہتا ہے لیکن اسے کارنر کیا جاتا رہا اور کیا جا رہا ہے۔

بقیہ : قرضوں کی جنگ

چکا نہیں سکتا۔ اس کا قرضہ جو ڈالروں میں تھا وہ فارن ایکسچینج میں ہی رہا۔ اندرون ملک کی ضروریات نوٹ چھاپ کر پوری کی گئیں جس سے افراطِ زر اور مہنگائی ہوئی۔ مہنگائی سے تاجروں اور صنعت کاروں کا منافع بڑھ گیا اور وہ روپے میں کھیل رہے ہیں۔ ملازمین جو حکومت کا ایک باعزت طبقہ ہوا کرتا تھا ان کی تنخواہیں مہنگائی کی نسبت سے نہیں بڑھائی گئیں۔ چونکہ حکومت ان کے ہاتھ میں ہے اس لئے ان کی گزر اوقات بدعنوانی پر ہے اور تمام نظامِ حکومت بگڑ گیا ہے اور ہر طرف ظلم کا دَور دَورہ ہے۔ قرضہ عیاشیوں میں ضائع ہو گیا' کاروں میں' سیر سپاٹے میں' بے ضرورت دوروں اور بیرونی علاج میں اور دوسرے ملکوں کے بینکوں میں رکھ کر اور ان ملکوں میں بلڈنگیں بنا کر یا خرید کر۔ اپنے ملک پر اگر حکمرانوں کو اعتماد نہیں تھا تو پھر عام آدمی سے کیا توقع ہوتی۔ چنانچہ من حیث القوم ہم کرپشن کی دلدل میں پھنس چکے ہیں۔

موجودہ حالات میں اس کا حل یہ ہے کہ حکومت لوگوں کا بیرون ملک رکھا ہوا روپیہ واپس لائے اور آئی ایم ایف وغیرہ سے کہے کہ ہمارے پاس ڈالر نہیں ہیں ہم قرضہ روپوں میں واپس کریں گے اور آئندہ قرضہ نہیں لیں گے۔ اندرون ملک سود اور جاگیرداری ختم کر کے معیشت میں سادگی اور دیانت داری کو فروغ دیا جائے ـــــ اور سب سے اہم اور بنیادی بات یہ کہ یہاں اسلام کا نظام عدل اجتماعی قائم کیا جائے جس کے لئے پاکستان بنا تھا۔

ہم بھی مُنہ میں زبان رکھتے ہیں

نعیم اختر عدنان

☆ مذہبی حلقے غیر ذمہ دارانہ بیانات سے گریز کریں۔ (اصغر خان)

✪ وہ اس لئے کہ یہ کام خیر سے سیاسی اور نیم فوجی حلقے جو کر رہے ہیں۔

☆ ولی خان کو شوگر کے بعد بلڈ پریشر بھی ہو گیا۔ (ایک خبر)

✪ یہ بزرگ سیاست دان اگر کالاباغ ڈیم کی مخالفت ترک کر دیں تو ان کے سب "دکھ درد" دور ہو جائیں گے۔

☆ پرویز مشرف کی ٹیم نے ملک کو تباہ و برباد کر دیا ہے' ان سے پوری قوم تنگ ہے۔ (قاضی حسین)

✪ ملک کی ہر حکومت کے بارے پاکستان کے قاضی کا یہی "فتویٰ" ہوتا ہے۔ نہ جانے کیوں؟

☆ مشہور ٹی وی اداکار فردوس جمال عوامی تحریک میں شامل ہو گئے۔ (ایک خبر)

✪ شاید دینی سیاسی جماعتوں میں اداکاروں کی شمولیت ہی سے ان جماعتوں کی کایا پلٹ جائے؟

☆ اسفندیار ولی نے اجمل خٹک کو پارٹی سے نکالنے کا اعلان کر دیا۔ (ایک خبر)

✪ لگتا ہے عوامی نیشنل پارٹی کی کشتی ڈوب رہی ہے۔ اسی لئے "ولی باغ" کے ناخدا "بوجھ" اتار رہے ہیں۔

☆ بھارتی پنڈت کا پرساد کھانے سے ۱۵۰ افراد ہسپتال پہنچ گئے۔ (ایک خبر)

✪ ان افراد کو "بھگوان" کا شکر ادا کرنا چاہئے ورنہ یہ لوگ گنگا کے شمسان گھاٹ بھی پہنچ سکتے تھے۔

☆ سپریم کورٹ کے فیصلے سے اسمبلیاں ختم نہیں ہوتیں۔ (چوہدری شجاعت)

✪ دل کو بہلانے کے لئے "شجاعت" کا یہ خیال اچھا ہے۔

☆ نواز شریف کو رہا کر دیں' تمام مسائل حل ہو جائیں گے۔ (بیگم کلثوم نواز)

✪ ملک و ملت کے تمام مسائل کا دلچسپ حل!

☆ جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کی ناجائز دولت چھین کر عوام کو دیں گے۔ (طاہر القادری)

✪ خاک ہو جائیں گے ہم تم کو "اقتدار ملنے" تک۔

ترکی ـــــ اسلام اور سیکولرازم کی کشمکش

ڈاکٹر فہیم احمد، کراچی

"ترکی" کا نام لیتے ہی مسلمانوں کے عروج وزوال کی طویل کہانی ذہن میں آتی ہے۔ ۱۳۹۹ء میں ایک چھوٹی سی ریاست کی شکل میں قائم ہونے والی خلافت عثمانیہ سولہویں صدی کے اختتام تک ایک چوتھائی دنیا تک پھیل چکی تھی۔ پھر سترہویں صدی میں اس عظیم سلطنت کا زوال شروع ہوا جو ۱۹۲۳ء میں خلافت عثمانیہ کے خاتمہ اور مصطفیٰ کمال اتاترک کی قیادت میں سیکولر ترکی کے قیام پر منتج ہوا۔

گزشتہ انتخابات میں اسلام پسندوں کی کامیابی کے بعد آیئے دیکھیں کہ آج ترکی کا کیا حال ہے؟

ترکی کا معاشرہ اس وقت اسلام اور سیکولرازم کی کشمکش سے گزر رہا ہے۔ خلافت عثمانیہ کے خاتمہ کے بعد اتاترک نے ترکی کے تمام مسائل کا ذمہ دار اسلام کو قرار دیتے ہوئے ترک عوام کو ایک نئی شناخت دینے کی کوشش کی اور ترکی سے اسلام کو دیس نکالا دے دیا۔ نئی تہذیب نے ترک عوام کے دل سے اسلام اور جسم سے لباس تک چھین لیا۔ انہوں نے مسلم کی بجائے ترک شناخت کو ترجیح دی۔ ترکی کے سیکولر آئین کے تحت اسلام اور قرآن کی بات کرنا خلاف قانون قرار پایا۔ اسلام کی بنیاد پر جماعت سازی ممنوع قرار دے دی گئی۔ داڑھی رکھنے اور عربی میں اذان دینے پر پابندی لگادی گئی۔ علماء کی ایک بڑی تعداد کو قتل کر دیا گیا۔ جو باقی بچے انہیں قید میں ڈال دیا گیا۔ ان اقدامات کی وجہ سے ترک معاشرہ ایک سیکولر معاشرے میں تبدیل ہو گیا۔ لیکن معاشرے میں اسلام پسند عناصر نے اصلاح کی کوششیں جاری رکھیں۔ ان کوششوں کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ترکی کا سیکولر آئین ہے جس کا بانی مصطفیٰ کمال ہے۔ جس کو "اتاترک" یعنی ترکوں کے باپ کی حیثیت حاصل ہے۔ ترک فوج اس سیکولر آئین کی سب سے بڑی محافظ ہے جسے آئین کے تحت بہت سے اختیارات بھی حاصل ہیں۔ سیکولر عناصر کسی قیمت پر بھی ۷۵ سالہ سیکولر سیاست کا مستقبل خطرے میں پڑتا نہیں دیکھ سکتے۔ انہی عناصر نے ۱۹۶۰ء کی دہائی میں ملک کے منتخب وزیر اعظم جناب عدنان میندریس کو صرف اس جرم میں پھانسی پر چڑھا دیا تھا کہ انہوں نے عربی میں اذان بحال کر دی تھی۔

ترک معاشرے میں اس وقت اسلام کے حوالے سے دو انتہائیں پائی جاتی ہیں۔ ایک طرف تو وہ لوگ ہیں جو اسلام پر عمل بھی کر رہے ہیں اور اس دین کو نظام کی حیثیت میں نافذ بھی کرنا چاہتے ہیں۔ جبکہ دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو اسلام سے بیزار ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اگر یہ نظام نافذ ہو گیا تو ان کی ساری آزادی سلب ہو جائے گی۔ ان لوگوں کے نزدیک شراب نوشی اور عورتوں اور مردوں کا باہمی اختلاط وغیرہ ذاتی معاملات ہیں اور کسی کو ان میں مداخلت نہیں کرنی چاہئے۔ نفسانی خواہشات کی غلامی نے ان لوگوں کو جانوروں سے بھی بدتر بنایا ہے۔ جگہ جگہ شراب خانے، پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا پر فحاشی کی تعلیم اس کلچر کا حصہ ہے۔

اس موقع پر یہ بات ذہن میں آتی ہے کہ جس طرح ترکی بیک وقت ایشیا اور یورپ کا حصہ ہونے کی بناء پر دو جغرافئے رکھتا ہے اسی طرح یہ دو نظریوں اور دو تہذیبوں کا بھی ملک ہے۔ ایک ہی ملک کے اندر دو کلچر موجود ہیں جو ایک دوسرے سے بہت مختلف ہیں۔ ایک طرف تو عورت نے شرم و حیا کی چادر کو بیچ چوراہے میں اتار کر پھینک دیا ہے جبکہ دوسری طرف عورت ہی شرم و حیا کی پیکر بنی اپنے اسکارف کے حق کے لئے جدوجہد کر رہی ہے۔ اسلام پسند طالبات ان دنوں اپنے اس حق کے لئے ملک بھر میں مظاہرے کر رہی ہیں۔ ابھی حال ہی میں انتخابات میں کامیاب ہو کر پارلیمنٹ میں اسکارف پہن کر آنے والی فضیلت پارٹی کی رکن پارلیمنٹ کی رکنیت اور ترکی کی شہریت ختم کر دی گئی۔

ترک سیکولر فوج نے رفاہ پارٹی کے قائد اور سابق وزیر اعظم نجم الدین اربکان کی حکومت کو ختم کرنے کے بعد رفاہ پارٹی پر پابندی لگادی۔ جناب اربکان پر پانچ سال تک سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینے پر پابندی لگادی۔ رفاہ پارٹی کی صف اول کی لیڈر شپ پر بھی سیاست میں حصہ لینے پر پابندی لگا دی گئی۔ ان اقدامات کا مقصد آئندہ انتخابات میں اسلام پسندوں کا راستہ روکنا تھا۔ اسلام پسندوں نے حالیہ انتخابات میں فضیلت پارٹی کے نام سے حصہ لیا اور سیکولر عناصر کی تمام تر مخالفت کے باوجود قابل ذکر کامیابی حاصل کی۔ فضیلت پارٹی نے پانچ سو کے ایوان میں سو سے زیادہ نشستیں حاصل کیں۔ فوج کے اشارہ پر تمام پارٹیوں نے فضیلت پارٹی کو حکومت میں آنے سے روکنے کے لئے مخلوط حکومت تشکیل دی۔

فضیلت پارٹی اس وقت بلدیات میں سب سے بڑی قوت ہے۔ ملک کی تمام بڑی بلدیات بشمول انقرہ اور استنبول میں فضیلت پارٹی کے میئرز ہیں۔ فضیلت پارٹی نے بلدیات میں حیران کن کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عوام نے پہلے سے زیادہ اکثریت کے ساتھ اسلام پسندوں کو منتخب کیا ہے۔ بلدیات میں اسلام پسندوں کی مقبولیت کی عمدہ مثال استنبول کے سابق مشیر جناب رجب طیب/استنبول کے میئر منتخب ہوئے اور چار سال کی مدت میں استنبول کی قسمت ہی بدل دی۔ چار سال کے دوران چالیس نئے برج اور کئی سڑکیں تعمیر کی گئیں۔ ٹرانسپورٹ، صحت اور صفائی کی سہولتوں کو بہتر بنایا گیا۔ کئی رہائشی منصوبے تعمیر کئے گئے۔ اپنی اسی کارکردگی کی بناء پر وہ استنبول کی معروف ترین شخصیت بن گئے اور دوسری بار کئی گنا زیادہ اکثریت کے ساتھ میئر منتخب ہوئے۔ حکومت اور سیکولر عناصر کو ان کی یہ مقبولیت ایک آنکھ نہ بھائی اور ایک بودا جواز گھڑ کر ان پر پانچ سال تک سیاست میں حصہ لینے پر پابندی لگا دی گئی۔ مقدمہ کی کاروائی کے دوران انہیں قید میں رکھا گیا۔ انہوں نے ایک عوامی اجتماع میں خطاب کرتے ہوئے چند اشعار کہے جن کا مفہوم یہ تھا:

"مسجد ہی ہمارا مورچہ ہے اور مینار ہمارے لئے ہتھیار ہیں اور گنبد ہمارا خود (جنگ کے دوران پہننے والی فولادی ٹوپی) ہیں۔"

ان اشعار کی بنیاد پر انہیں بنیاد پرست اور سیکولر دستور کا باغی قرار دیا گیا اور برطرف کر دیا گیا۔ چار ماہ بعد جب وہ قید سے رہا ہوئے تو پورا استنبول ان کے اس[illegible] کے لئے سڑکوں پر نکل آیا تھا۔

ایک طرف تو اسلام پسند عناصر پر قسم قسم اور طرح طرح کی پابندیاں ہیں لیکن سیکولر عناصر کی آزادی اور ہٹ دھرمی کا یہ حال ہے کہ ابھی حال ہی میں ایک ترک جنرل نے آرمی سکول کی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

"ہم ایک مہذب اور تعلیم یافتہ قوم ہیں جبکہ محمد ﷺ اور ان کے صحابہ بدو اور جاہل تھے لہٰذا ہمیں ان کی پیروی نہیں کرنی چاہئے"۔ (نعوذ باللہ)

ان تمام حالات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ترکی میں اسلامی تحریک کن مشکل حالات میں کام کر رہی ہے۔ ایک طرف تو دستور مخالف، دوسری طرف فوج کٹر اسلام بیزار اور پھر معاشرتی اور اخلاقی برائیاں جو انسان کو اس کے رب

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

قرضوں کی جنگ (آخری قسط)

اخذ و ترجمہ : سردار اعوان

مالیاتی اصلاح۔ایک تعارف

موجودہ حالات میں جبکہ مالیاتی اصلاح کا دور دور تک کوئی امکان نظر نہیں آتا۔ اس کے تعارف سے کیا حاصل ہو گا؟ اکنامکس میں نوبل لائٹ 'ملٹن فریڈ' کا کہنا ہے کہ :

انقلابی تبدیلیوں کی بات کرتے رہنا فائدہ سے خالی نہیں۔ اس لئے نہیں کہ اسے فوراً قبول کر لیا جائے گا بلکہ ایک تو اس لئے کہ اس طرح ایک مثالی ہدف ابھر کر سامنے آ جائے گا اور دوسرے اس لئے کہ اگر کبھی ایسی تبدیلی کے لئے حالات سازگار ہوئے تو اس کے لئے ذہن پہلے سے تیار ہوں گے۔

قرضوں کا جو جال بچھایا گیا ہے اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ ساری دولت معدودے چند ہاتھوں میں آ جائے گی اور لوگ بھوکے مریں گے اور جب بھوکے مرنے لگیں گے تو ایسے اٹھیں گے کہ ہر شے کو خس و خاشاک کی طرح بہا لے جائیں گے۔ لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ نوع انسانی کے خلاف ہونے والی اس سازش کا پردہ چاک کیا جائے تا کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ ان کے ساتھ کیا ہو رہا ہے اور وہ اس کے تدارک کے لئے کچھ کرنے پر آمادہ ہوں پیشتر اس کے کہ وقت گزر جائے اور پھر کسی کے کچھ بھی ہاتھ نہ آئے۔ دولت کے یہ پجاری اپنے اس انجام سے بے خبر نہیں ہیں لیکن انہوں نے اس کے لئے ایک نادر نسخہ کیا ہے۔ مثلاً نیشنل سیکورٹی کونسل سٹڈی میمورنڈم ۲۰۰ جس کی رو سے برازیل' انڈیا' کولمبیا' میکسیکو' ایتھوپیا' مصر جیسے ممالک کو ہدف بنا کر آبادی کم کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ایسے حالات پیدا کئے جاتے ہیں کہ ان کے مزدور اور خام مال کی کوئی قیمت ہی نہ رہے۔ اس کے بعد مختلف طریقوں سے وہاں کی قیمتی املاک ہتھیا لی جاتی ہیں تا کہ عوام کے لئے بھوک اور افلاس کے سوا کچھ باقی نہ رہ جائے اور خود ہی ایک دوسرے کو ختم کرنے لگیں۔ چنانچہ "بہبود آبادی" جیسے ناموں سے جو پروگرام ہو رہے ہیں ان کا مقصد اخلاق باختہ کر کے لوگوں کو حیوان بنانا ہے۔ نئے قرضوں کا اجراء' پرانے قرضوں کی ری شیڈولنگ' قیمتوں میں رعایت اور قرضوں کی جزوی معافی جیسے آلات اصل مقاصد کو در پردہ رکھنے کے لئے ہیں۔ موجودہ مالیاتی نظام اپنی جڑیں اتنی گہری اتار چکا ہے کہ آپ کے تمام قرضے یک قلم ختم کر دیئے جائیں تب بھی آپ عالمی ساہو کاروں کے چنگل سے نکل کر کہیں نہیں جا سکتے۔ بینک مصنوعی روپیہ بناتے ہیں اور اسے ادھار پر دیتے ہیں۔ تمام ممالک مقروض کی حیثیت سے ایک دوسرے کے ساتھ تجارت کرتے ہیں۔ چنانچہ ہر ملک کی یہ خواہش اور کوشش ہوتی ہے کہ وہ درآمد کے مقابلہ میں زیادہ برآمد کرے اور قرض اتارنے کے لئے زیادہ زرمبادلہ حاصل کرے لیکن آئی۔ ایم۔ ایف اور ورلڈ بینک جیسے عالمی مالیاتی اداروں نے قرضوں پر مبنی جو عالمی مالیاتی نظام ترتیب دیا ہے اس کا یہ خاصہ ہے کہ ترقی یافتہ امیر ممالک' جو خود بھی مقروض ہیں کا پلڑا ہر حال میں بھاری رہتا ہے۔ اس طرح ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں کے مصداق چند ترقی یافتہ ممالک کو کنٹرول کر کے دیگر تمام ممالک کنٹرول کرنا آسان ہو جاتا ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ دولت ان ترقی یافتہ ممالک کے پاس رہتی ہے بلکہ اصل دولت گھوم پھر کر واپس بینکوں کے پاس لوٹ آتی ہے اس طرح کمزور مقروض ممالک کی ساری بھاگ دوڑ دو وقت کی روٹی حاصل کرنے تک محدود رہتی ہے۔ ان حالات میں ایسے ممالک کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ باقی نہیں رہ جاتا کہ :

۱) اس کے تمام شہری اپنے آپ کو بیرونی بینکوں کی غلامی میں دے دیں لیکن یہ سلسلہ صرف اسی وقت تک برقرار رہے گا جب تک ان بینکوں کو کچھ نہ کچھ حاصل ہوتا رہے گا۔

۲) پچھلے قرضے اتارنے کے لئے مزید قرضے لیتے رہیں لیکن ایک وقت آئے گا کہ یہ سلسلہ بھی رک جائے گا۔

۳) قرضے واپس کرنے سے انکار کر دیں۔ تجارتی پابندیاں لگ جائیں تو مال کے بدلے مال کے ذریعے کام چلا لیں لیکن یہ سود خور تو آپ کا ناطقہ بند کر دیں گے اور ہیٹی' صومالیہ' عراق اور سابق یوگوسلاویہ جیسا حشر کریں گے۔ گویا اس کے لئے پہلے دفاعی لحاظ سے ناقابل تسخیر ہونا ضروری ہے۔

۴) قانونی چارہ جوئی' یہ ایک مناسب ذریعہ ہے مگر ایسی عدالتیں اب تک دنیا میں وجود میں نہیں آئیں جہاں طاقتور کے مقابلہ میں کمزور کی شنوائی ہو سکے۔

۵) بین الاقوامی قرضے اتارنے کے لئے اتنی مقدار میں ملکی کرنسی میں روپیہ اکٹھا کر لیں جس سے یہ قرضے اتارے جا سکیں۔ موجودہ عالمی مالیاتی نظام کے تحت رہتے ہوئے ایسا نہیں ہو سکتا۔ افراط زر تمام حدیں پھلانگ کر ملکی معیشت کو تباہ کر کے رکھ دے گا البتہ اس مقصد کے لئے کوئی بنیادی اصلاحات کر لے تو کامیابی کا امکان ہو سکتا ہے۔ ان اصلاحات کے لئے لازم ہے کہ تمام روپیہ (لیگل ٹینڈر) صرف ریاست جاری کرے اور جو روپیہ جاری کیا جائے اس کی مقدار اتنی ہو جس سے اشیاء کی قیمتیں ایک سطح پر برقرار رہیں' یعنی اشیاء اور روپیہ کی مقدار میں توازن قائم ہو اور سودی لین دین کی ممانعت ہو' نیز حکومت کسی قسم کا ادھار لینے دینے کا کام نہ کرے۔

عالمی سطح پر قرضوں کی جو جنگ برپا ہے اس کے اصل اسباب کا تعلق معیشت سے نہیں بلکہ فلسفہ' مذہب اور اخلاقیات سے ہے۔ کسی ایسے معاشرے سے معاشی انصاف کی توقع کرنا حماقت ہے جو ماں کے پیٹ میں بچوں کو قتل کرنا اس لئے جائز قرار دے دے کہ بچوں پر خرچ نہ کرنا پڑے۔ حکومت یا قانون لوگوں کو اچھا ماحول تو دے سکتے ہیں ان کے ذہن تبدیل نہیں کر سکتے۔ اگر آپ کسی معاشرے کی اصلاح چاہتے ہیں تو آپ کو وہاں کے افراد سے اس کا آغاز کرنا ہو گا۔ ابھی آپ کو جو بھی تھوڑی بہت آزادی حاصل ہے اسے غنیمت سمجھیں اور مزید وقت ضائع کئے بغیر ابھی سے اس کام کو شروع کر لیں ورنہ سمجھ لیں کہ آپ کو زیادہ مہلت نہیں ملے گی۔ بحرانوں کے اندر رہتے ہوئے اچھا معاشرہ وجود میں نہیں لایا جا سکتا' البتہ بحرانوں سے اچھے معاشرے کے قیام کے لئے بنیاد ضرور فراہم ہوتی ہے کیونکہ یہی وہ وقت ہوتا ہے جب بھٹی گرم ہوتی ہے۔ ہم نے کوشش کی ہے کہ جس قدر بھی ممکن ہو آپ کو حقائق سے آگاہ کر سکیں اب یہ آپ پر منحصر ہے کہ آپ جاگ جاتے ہیں یا خواب خرگوش کے مزے لیتے رہتے ہیں۔

اور اب پاکستان

اب تک جو کچھ بیان کیا گیا ہے اگر یہ سب امریکہ پر صادق آتا ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ پاکستان کا حال کیا ہو گا؟ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ پاکستان کے حالات سب سے زیادہ خراب ہیں۔ امریکہ تو بانڈ سسٹم ختم کر کے روپے پر سود ختم کر سکتا ہے۔ اس کا قرضہ ڈالروں میں ہے' وہ ڈالر چھاپ کر اسے چکا سکتا ہے۔ وہ طاقتور ملک ہے اسے بینکروں کے جارحانہ حملے کا ڈر بھی نہیں۔ مگر پاکستان نے قرضہ ڈالروں میں لیا ہے اس لئے وہ روپے چھاپ کر قرضہ

(باقی صفحہ ۷ پر)

امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد کا دورۂ کراچی

امیر محترم ۸ مئی کی دوپہر کراچی پہنچے۔ اسی شب ۸ بجے انہوں نے PASSP کلب، راشد منہاس روڈ، گلشن اقبال میں سورۃ الانفال کی آیات ۲۴ تا ۲۹ اور سورۃ آل عمران آیات ۱۰۲ تا ۱۰۴ پر درس قرآن دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی پکار پر لبیک کہنے کا تقاضا یہ ہے کہ ہم انفرادی طور پر تقویٰ کی روش اختیار کریں اور ایک منظم جماعت سے وابستہ ہو کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ایک زوردار تحریک برپا کریں جس کے نتیجے میں معاشرے سے برائیوں کا خاتمہ ہو گا اور اسلامی انقلاب کی راہ ہموار ہو گی۔ ۹ مئی کو تنظیم اسلامی کراچی میں ضلع شرقی نمبر ۳ کے علاقہ میں واقع قرآن مرکز میں احباب کے ساتھ ایک خصوصی نشست برپا ہوئی جس میں امیر محترم نے ان کے سوالات کے مفصل جوابات عنایت فرمائے۔ اس پروگرام کا آغاز ساڑھے آٹھ بجے شب مہمانوں کی تواضع سے شروع ہوا اور رات کے ساڑھے گیارہ بجے اختتام پذیر ہوا۔ تقریباً ایک سو افراد اس نشست میں شریک تھے۔ ۱۰ مئی کی شب ۸ بجے امیر محترم نے PASSP کلب میں "پاکستان ایک فیصلہ کن دوراہے پر" کے موضوع پر خطاب فرمایا اور ان دو راستوں کو واضح کیا جو اس دوراہے سے نکلتے ہیں۔ جن پر آج عالمی سیاست میں تبدیلیوں کی بناء پر پاکستان کھڑا ہے۔ دونوں راستوں کے تقاضوں کو امیر محترم نے تفصیلی طور پر واضح کیا۔ جن میں ایک راستہ آسودگی کا ہے لیکن یہ آسودگی اس عارضی حیات دنیوی تک محدود ہے جبکہ دوسرا راستہ وہ ہے جس پر چلنے کے نتیجہ میں خوف، بھوک، جانی و مالی نقصانات کے مراحل سے گزرنا ہو گا لیکن اس راستہ پر ثابت قدمی کے نتیجے میں اللہ کی مدد آئے گی اور ہم دنیوی اور اخروی فلاح سے ہمکنار ہوں گے۔ اس کلب کے دونوں پروگراموں میں تقریباً چھ سات سو افراد اور ڈھائی تین سو خواتین نے شرکت کی۔ (رپورٹ : محمد سمیع، کراچی)

واضح ہو جائیں۔ اس کے بعد تنظیمی معاملات کا جائزہ لیا گیا خصوصاً احتسابی رپورٹس کے حوالہ سے ہدایات، تاکید اور یاددہانی کروائی گئی۔ سالانہ اجتماع کے موقع پر امیر محترم کی طرف سے رفقاء کے لئے تجویز کردہ امور کے بارے میں ناظم اعلیٰ کے خط کو پڑھا گیا اور نقباء کو مزید اس پر کارروائی کے لئے ہدایات دی گئیں۔ اس کے بعد آداب زندگی کے حوالہ سے "سونے جاگنے کے آداب" کا مطالعہ کیا گیا۔ روزمرہ کے معمولات میں مسنون دعاؤں کو یاد کیا گیا۔ فجر کی نماز سے قبل حفظ کے لئے بیس (۲۰) سورتوں میں پہلی سورت التین کو فرداً فرداً سنا سنایا گیا تاکہ حفظ کرنے میں غلطی کا ارتکاب نہ ہو۔ فجر کی نماز کے بعد رات کو سنے گئے خطاب میں سورۃ الشوریٰ کی آیات کا لفظاً ترجمہ و تشریح بیان کی گئی اور ان کو حفظ کرنے کی ترغیب دی گئی تاکہ مذکورہ اوصاف کا اعادہ ہو جائے۔ صبح ساڑھے پانچ بجے پروگرام اختتام ہوا تاکہ رفقاء اپنی ڈیوٹی پر بروقت پہنچ جائیں۔

(رپورٹ : اللہ بخش)

تنظیم اسلامی گوجر خان کی شب بسری

تنظیم اسلامی گوجر خان کا دعوتی و تربیتی پروگرام مرکزی دفتر گوجر خان میں شب بسری کی صورت میں مورخہ ۲۹ اپریل ۲۰۰۰ء کو منعقد ہوا۔ بعد از نماز مغرب پروگرام کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ تلاوت کلام پاک کی سعادت اللہ دتہ صاحب نے حاصل کی سلطان محمود صاحب نے ساتھیوں کی حوصلہ افزائی کے لئے اشعار پڑھے۔ اس کے بعد جناب شمس الحق اعوان صاحب ناظم حلقہ پنجاب شمالی نے دین اور مذہب پر ایک لیکچر دیا۔ جس میں واضح کیا کہ مذہب و دین میں کیا فرق ہے؟ کیا مکمل دین غالب ہے؟ یا اس کے لئے کوشش کی ضرورت ہے؟ دین کے غلبہ کا طریقہ کار کیا ہو گا اور کہاں سے اخذ کرنا ہو گا۔

تنظیم اسلامی کا طریقہ کار سیرت رسولؐ سے اخذ کیا ہے اور اسی طریقہ پر عمل پیرا ہو کر دین غالب کیا جا سکتا ہے۔ اس پروگرام میں ۱۵۰ کے قریب احباب اور ۲۰ رفقاء شامل تھے۔ اس پروگرام کو حاضرین مجلس نے بہت پسند کیا۔ بعد میں سوال و جواب کی نشست ہوئی۔

نماز عشاء کے بعد کھانے کا وقفہ ہوا۔ اس کے بعد رفقاء تنظیم اسلامی کو مشتاق حسین امیر تنظیم اسلامی گوجر خان نے دستور کا مطالعہ کرایا۔ نئے رفقاء نے بہت پسند کیا اور تنظیم کے بارے میں اپنی معلومات میں اضافہ کیا اور ذمہ داری کو سمجھا۔

تہجد کی نماز کے بعد دعائے مسنونہ یاد کرائی گئیں۔ نماز فجر کی امامت شمس الحق اعوان صاحب نے کی۔ جناب عبدالمجید صاحب نے سورۃ الکہف کا درس دیا۔ ناشتہ کے بعد پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ (رپورٹ : زیڈ اے عباسی)

"پاکستان ایک فیصلہ کن دوراہے پر"
پشاور میں دعوتی پروگرام

بعض دوستوں کی حج بیت اللہ سے واپسی پر پروفیسر ڈاکٹر محمد داؤد جان صاحب نے ۵ مئی ۲۰۰۰ء کو ایک پرلطف دعوت کا انتظام کیا جس میں صوبہ سرحد کے تقریباً تمام معالجین امراض چشم مدعو تھے۔ اس دعوت میں انجینئرز کالج کے پرنسپل اور کچھ ڈاکٹرز بھی شریک تھے۔ شرکاء کی تعداد تقریباً پچیس تھی۔

انجمن خدام القرآن سرحد اور تنظیم اسلامی پشاور کی طرف سے اس میں امیر محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے خطاب بعنوان "پاکستان ایک فیصلہ کن دوراہے پر" کا ویڈیو کیسٹ دکھایا گیا۔ رات کے سوا گیارہ بجے تک سامعین نے اس کو بڑی دلچسپی سے سنا۔ بعض نے اس ویڈیو کیسٹ کی کاپی مہیا کرنے کی درخواست کی۔ اس کے لئے عزیز ثناء اللہ خان صاحب کی ذمہ داری لگائی گئی کہ جن دوستوں نے اس کیسٹ کی کاپی حاصل کرنے کی خواہش کا اظہار کیا ہے ان کو کاپی بنوا کر دی جائے۔ تمام سامعین نے اس بات کی ضرورت محسوس کی کہ اس اہم موضوع پر ڈاکٹر صاحب کے خیالات کو پڑھے لکھے طبقے میں زیادہ سے زیادہ عام کیا جائے۔

(مرتب : ڈاکٹر محمد اقبال صافی)

سرگودھا ہال میں دعوتی و تربیتی پروگرام

تنظیم اسلامی سرگودھا کے زیراہتمام ہر ماہ کے آخری جمعہ کو قرآن ہال میں دعوتی، تربیتی و تنظیمی پروگرام کا انعقاد ہوتا ہے۔ جس میں چاروں اسرہ جات کے جملہ رفقاء بمع اپنے ساتھ مدعو احباب شریک ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ سرگودھا شہر کے قرب و جوار میں منفرد رفقاء اور اسرہ چک نمبر ۱۲ جنوبی کے رفقاء بمع احباب کی شرکت کو دعوت دی جاتی ہے۔ رفقاء و احباب مغرب سے قبل پہنچنے شروع ہو جاتے ہیں۔ آپس میں میل ملاقات اور تعارف کا سلسلہ ہوتا ہے۔ مغرب سے عشاء تک دعوتی پروگرام ہوتا ہے اور عشاء سے فجر تک شب بسری کی صورت میں تربیتی و تنظیمی پروگرام جاری رہتا ہے۔ اسی سلسلے کا ماہانہ پروگرام بروز جمعہ ۲۸ اپریل منعقد ہوا۔ جس میں رفقاء و احباب کی حاضری ۳۵ تھی اور پھر عشاء کے بعد شب بسری میں ۱۲ رفقاء شریک رہے۔

دعوتی پروگرام میں ڈاکٹر عبدالرحمان نے درس قرآن میں سورۃ الحج کے آخری رکوع کے حوالہ سے حقیقت جہاد اس میں مغالطے اور اس کے مراحل کو بڑی تفصیل اور جامعیت سے تقریباً سوا گھنٹہ کے خطاب میں بیان کیا۔ اس کے بعد اس ہفتے کا ریکارڈ شدہ "حقیقت دین" ویڈیو پروگرام دکھایا گیا۔ یہ پروگرام ہر جمعہ کو ہفتہ وار درس قرآن کے بعد قرآن ہال میں دکھایا جاتا ہے کیونکہ کئی رفقاء اور احباب کے گھروں میں ٹی وی نہیں ہے۔ اس کے بعد عشاء کی نماز کی تیاری کے وقفہ میں احباب و رفقاء نے مکتبہ سے کتب اور کیسٹس کا تعارف حاصل کیا۔ نماز عشاء کے بعد تربیتی و تنظیمی پروگرام شروع ہوا جس میں امیر محترم کا ویڈیو خطاب "اقامت دین کی جدوجہد کرنے والے کارکنوں کے اوصاف" بحوالہ سورہ شوریٰ آیات ۳۶ تا ۴۳ کی سماعت کی گئی۔ اس کے اختتام پر مذاکرہ ہوا تاکہ یہ سب باتیں ہر طرح

ذمہ داران حلقہ پنجاب شمالی کا تنظیمی دورہ

تنظیم اسلامی کے نئے نظام العمل کے عملی نفاذ کا جائزہ لینے کے لئے ناظم حلقہ پنجاب شمالی شمس الحق اعوان' نائب ناظم محمد طفیل گوندل کے ہمراہ جہلم کا دورہ مکمل کر کے ۴ مئی صبح ۹ بجے جاتلاں راقم کے ہاں تشریف لائے اور راقم سے تنظیمی امور پر گفتگو ہوئی۔ چونکہ بوقت ظہر نقباء و رفقاء سے میٹنگ ہونا تھی۔ اسی وقفہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے چند حضرات سے ملاقات کی گئی جن میں راجہ محمد اکرم خان صاحب اور راجہ غضنفر علی خان صاحب کو دعوت دی۔ دونوں حضرات تشریف لائے۔ ناظم صاحب نے تنظیم اسلامی کی دعوت موثر انداز میں سامنے رکھی اور غور و فکر کی دعوت دی۔ کھانے کے بعد نماز ظہر ادا کی گئی اور اس کے ساتھ ہی نقباء اور چند رفقاء بھی میٹنگ میں شریک ہوئے۔ ناظم صاحب نے پوری تفصیل سے نظام العمل پر نفاذ کا جائزہ لیا اور مفید ہدایات دیں تاکہ تنظیم اسلامی کے پیغام کو موثر انداز سے وسیع پیمانے پر عام کیا جائے۔ انہوں نے رجوع القرآن و سنت و سیرت کی روشنی میں تحریک اٹھانے کا فلسفہ بیان کیا۔ ان کا انداز بیان مدلل اور موثر تھا۔ سامعین نے تائید کی اور دینی فرائض کی بجاآوری کے لئے تن من دھن لگانے کا عہد کیا۔ یہ مفید نشست ۴ بجے ختم ہوئی اور ناظم صاحب براستہ جہلم راولپنڈی کے لئے عازم سفر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس کوشش کو شرف قبولیت بخشے اور دین کو غالب اور قائم کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

(رپورٹ: سید محمد آزاد)

انتقال پر ملال

اسرہ ہینو کرباٹھ حلقہ لاہور کے رفیق تنظیم خالد محمود مینو کی دادی اماں طویل علالت کے بعد انتقال فرما گئی ہیں۔ رفقاء و احباب سے مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

ضرورت رشتہ

باپردہ' صوم و صلوٰۃ کی پابند دوشیزہ' عمر ۳۰ سال' تعلیم ایم اے انگلش' بی ایڈ کے لئے موزوں رشتہ درکار ہے۔ بلا تفریق ذات پات صرف والدین رجوع فرمائیں۔

رابطہ: پی او بکس نمبر8016

ڈاک خانہ باغبانپورہ لاہور

ضرورت رشتہ

۲۴ سالہ BDS' سنی سید گھرانہ کی باپردہ دوشیزہ کے لئے موزوں رشتہ کی تلاش ہے۔ ترجیح سنی سید گھرانے کے تعلیم یافتہ' مذہبی مزاج کے برسرروزگار فرزند کو دی جائے گی۔

رابطہ: ڈاکٹر امجد علی بخاری

مکان 339' سٹریٹ 84' سیکٹر G-11/3' اسلام آباد

بقیہ: منبر و محراب

سلطنت میڈیا اور پارس کی قدیم مملکتوں پر مشتمل تھی۔ جنہیں یکجا کر کے انہوں نے ایران کی عظیم سلطنت کی بنیاد رکھی تھی۔ اسی اعتبار سے انہیں ذوالقرنین کہا جاتا ہے یعنی دو سینگوں والا کیونکہ انہوں نے اپنے تاج میں ان دو سلطنتوں کے نشان کے طور پر دو سینگ بنوا رکھے تھے۔

بہرحال ان دونوں واقعات کا حاصل یہ ہے کہ اہل ایمان کو ہر حالت کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ان پر سخت آزمائش آئے۔ جان بچانا مشکل ہو جائے۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ انہیں غلبہ عطا فرما دے۔ اگر یہ ایمانی حقائق پیش نظر رہیں تو آدمی ظاہر سے دھوکا نہیں کھائے گا۔ دنیا کا دیوانہ نہیں بنے گا۔ دنیا کی چیزوں کو برتنا منع نہیں ہے۔ لیکن ان سے دل نہ لگایا جائے' ان پر توکل نہ کیا جائے' ان سے محبت نہ کی جائے۔ بلکہ تمہارا مطلوب و مقصود اللہ کی ذات اور آخرت ہو۔ اس کے علاوہ تمہاری زندگی میں نصب العین کے درجے میں کوئی دوسری شے نہ ہو۔ بس یہی بات سورۂ کہف میں مختلف اسالیب' تماثیل اور مختلف پیراؤں میں بیان ہوئی ہے۔ ایک حدیث میں اس حقیقت کو یوں بیان فرمایا گیا:

"دنیا میں ایسے رہو جیسے کہ کوئی اجنبی ہو یا راہ چلتا مسافر"

مسافر کو راستے اور اس کی رنگینیوں سے کیا تعلق ہوتا ہے۔ اس کے پیش نظر صرف منزل پر پہنچنا ہوتا ہے۔ یہ دنیا بھی اصل منزل یعنی آخرت تک پہنچنے کے اعتبار سے ایک راستہ ہی ہے' یہاں بھی عقل مند لوگ وہی طرز عمل اختیار کرتے ہیں جو ایک مسافر اپنے راستے کے بارے میں کرتا ہے ؎

"بازار سے گزرا ہوں خریدار نہیں ہوں"

یعنی جو لوگ دنیا کی چمک دمک میں گم نہ ہوئے اور آخرت کے طالب رہے وہی فتنہ دجال سے محفوظ رہنے والے ہیں۔

بقیہ: یوم تکبیر رب

کٹتے ہوئے جڑ جاتے ہیں۔ مہاشہ کرشن ۱۹۳۲ء میں کہہ گیا تھا کہ "اگر ہم نے اسلام کے روڑے کو نگل لیا تو ہمیشہ ہمارے پیٹ میں درد رہے گا"۔ آج ہندو ثقافت کے روڑوں کو نگلتے ہوئے ہمیں کچھ نہیں ہوتا۔ بھارتی کلچر کی یلغار میں روز افزوں تیزی آتی جا رہی ہے ہمارا بولنا' پہننا' کھانا' رہنا سب اس کلچر کے تابع ہوتا جا رہا ہے۔ یہ اسی بھارت کا کلچر ہے جس کے سورما کہہ گئے ہیں کہ "بھارت ماتا کے مسلمانوں کا ایک ہی مستقبل ہے کہ وہ ہندو ہو جائیں"۔ آج ہم غیر محسوس طریقے پر بھارتی کلچر کو اپنا کر ہندو کے ناپاک عزائم کو تقویت دے رہے ہیں۔ یاد رکھئے پاکستان ایک نظریاتی اسلامی مملکت ہے۔ اس کو ہندو ثقافت کے بم پھٹنے سے بچانا ہماری دینی ذمہ داری ہے۔

معزز قارئین پرتھوی اور غوری میں کفر اور ایمان کا فرق ہے۔ خدا تعالیٰ کا ہم پر بڑا احسان ہے کہ اپنی تمام تر کوتاہیوں کے باوجود آج ہم دنیا کی ساتویں ایٹمی طاقت بن چکے ہیں اور کافروں پر ہماری دھاک بیٹھ چکی ہے۔ شاعر مشرق حضرت علامہ اقبال کے ایک شعر میں لفظی ترمیم کی ہے جس سے صورت حال بہت خوبصورتی سے واضح ہو گئی ہے۔ ؎

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
"پرتھوی" کا جہاں اور ہے "غوری" کا جہاں اور

ڈاکٹر عبدالقدیر خان اور ان کی ٹیم کو ہم سب کا سلام پہنچے!

اہل وطن کو یوم تکبیر مبارک ہو!

بقیہ: عالم اسلام

سے دور لے جانے کی بھرپور کوشش کرتی ہیں۔ اس کے بعد اسلام پسند عناصر کو ان کی اہمیت اور عوامی حمایت کے باوجود اقتدار سے محروم کر دیا جائے۔ رفاہ پارٹی پر پابندی کے بعد اب مختلف بہانوں سے فضیلت پارٹی پر بھی پابندی کی تیاریاں کی جا رہی ہیں۔ ان تمام حالات میں ذہن میں یہ سوال اٹھتا ہے کہ اگر اسلام پسندوں کی قوت کو تسلیم نہیں کیا گیا اور ان کے لئے جمہوریت کے راستہ کو بند کر دیا گیا تو حالات کیا رخ اختیار کریں گے؟

"ہم اس ملک میں اسلام کے لئے لڑیں گے چاہے ہمیں اپنے بھائیوں سے ہی لڑنا پڑے۔ ہمارے نبی ﷺ نے بھی اسلام کے لئے رشتہ داروں سے جنگ کی۔ صحابہؓ اپنے بھائیوں سے لڑے تو ہم کیوں نہیں لڑ سکتے۔ ہمارے پاس آخری چارۂ کار یہی رہ جائے گا۔"

انقرہ یونیورسٹی کے ایک طالب علم نے انتہائی جذبات کے عالم میں اس سوال کا جواب دیا۔ ترکی میں اسلام پسندوں نے جمہوری طریقہ سے انتخابات میں اپنی اکثریت ثابت کر دی۔ اپنی عوامی حمایت دیانت' اہلیت اور قابلیت ثابت کی لیکن غیر جمہوری طریقہ سے ان کا راستہ روکا گیا۔ سیکولر عناصر اور فوج کا رویہ ترکی کے مستقبل کے لئے انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔

حکومت نے نجم الدین اربکان پر تو پابندی لگا دی ہے لیکن اب ترکی میں بہت سے اربکان پیدا ہو چکے ہیں۔ جو تمام نامساعد حالات کے باوجود اسلام کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں۔ ان کا عزم ہے کہ ترکی ان شاء اللہ ایک بار پھر اسلامی دنیا کی قیادت کرے گا۔ آمین۔

(بشکریہ: ماہنامہ ھمقدم لاہور مئی ۲۰۰۰ء)

Vol : 9 Regd. CPL No.127 No.20

WEEKLY NIDA-I-KHILAFAT LAHORE

یوم تکبیر ر ب

"پرتھوی" کا جہاں اور ہے "غوری" کا جہاں اور

تحریر : بیگم رعنا ہاشم خان ' شکاگو

معزز قارئین! ۲۸ جنوری ۱۹۳۳ء کو چوہدری رحمت علی نے کیمبرج میں چار صفحات کا ایک خط ٹائپ کر کے شائع کیا تھا۔ اس خط میں پاکستان اور نظریہ پاکستان کا ذکر تھا کہ ہم ہندو قومیت کی سولی پر نہیں چڑھیں گے۔ ۲۸ مئی ۱۹۹۸ء کے دن پاکستان نے ایٹمی دھماکہ کر کے نہ صرف چوہدری رحمت علی کے ان الفاظ پر مہرا ثبت کر دی بلکہ گاندھی کے اکھنڈ بھارت کے خواب کو بھی چکناچور کر دیا۔ بھارت نے جب اجمیر کے مہاراجہ پرتھوی راج چوہان کے نام پر پرتھوی میزائل داغا تو اس کی اس حرکت نے پاکستانیوں کے جذبات میں طوفان برپا کر دیا۔ پرتھوی راج چوہان کو ۱۱۹۲ء میں سلطان شہاب الدین غوری کے ہاتھوں بدترین شکست ہوئی تھی۔ وطن عزیز نے پرتھوی کے جواب میں غوری میزائل کے کامیاب تجربے کے ذریعے دوبارہ اس واقعے کی یاد تازہ کر دی۔

بات چاہے جدید ہتھیار خریدنے کی ہو یا ایٹمی دھماکے کی بھارت نے ہمیشہ پہل کی۔ اس کا جواب دینے کے لئے اور اپنے آپ کو کسی بھی نقصان سے بچانے کے لئے پاکستان کو ہتھیار بھی خریدنے پڑے اور بھارت کے مقابلے میں ایٹمی دھماکہ بھی کرنا پڑا۔ کیونکہ اگر پاکستان ایٹمی طاقت نہیں بنتا تو پھر اب تک بھارت ایشین ٹائیگر بن چکا ہوتا۔ ایٹمی صلاحیت کے حصول کا بھارت کو ہمیشہ سے جنون تھا۔ ۱۹۷۴ء میں بھارت نے "مسکراتا بدھا" کے نام سے پہلے ایٹمی دھماکے کیے تھے اور مئی ۱۹۹۸ء میں اپنی اس ایٹمی صلاحیت پر مہر ثبت کر دی۔ بھارت طاقت کے نشے میں اپنے ہمسایہ کو ختم کرنے کا جو اندوہناک خواب دیکھ رہا ہے وہ ان شاء اللہ کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے گا۔ بے شک تعداد میں کم مگر صلاحیتوں سے ہر طرح لیس پاکستانی افواج بھارت کی ہر جارحیت کا سامنا کرنے کے لئے ہمہ وقت چوکس ہیں۔ بھارت کے تمام سرحدی اڈے حتف اول میزائلوں کی زد پر ہیں۔ اگر ان میزائلوں کا توڑ تلاش کرنے کے لئے بھارت نے تحقیقاتی کام شروع بھی کیا تو اسکو کم از کم ۲۵ سال کا عرصہ اس کام کے لئے درکار ہو گا اور جب تک پاکستان انشاء اللہ نہ جانے کتنے جدید ہتھیار متعارف کرا چکا ہو گا تاکہ بھارت جیسے متعصب ملک کو قابو میں رکھ جا سکے۔ عالمی دفاعی ماہرین کی رپورٹ کے مطابق یہ جدید ترین میزائل امریکہ کے بعد صرف پاکستان کے پاس ہیں (جو امریکہ کے لئے بھی لمحۂ فکریہ ہے)۔ فار ایسٹرن اکنامک ریویو کی رپورٹ کے مطابق ان میزائلوں کے کامیاب تجربے کی خبر سنتے ہی اسرائیلی کابینہ کا ہنگامی اجلاس ہوا جس میں اس تشویش کا اظہار کیا گیا کہ اگر پاکستان نے یہ میزائل سعودی عرب کے حوالے کر دیئے تو پورا اسرائیل ان کی زد میں آ جائے گا۔ اسرائیل بھارت کے ساتھ مل کر پاکستان کو گزند پہنچانے کی کوششوں میں برابر شریک رہا ہے۔ اب حساب چکانے کی پاکستان کی باری ہے۔

اپنے نیوکلیائی پروگرام کو سلامتی کے لئے برحق سمجھنے والے بھارت ' اسرائیل اور امریکہ پاکستان کے میزائل و ٹیکنالوجی پروگرامز پر تشویش ظاہر کرتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ جس طرح اپنی سلامتی کے پیش نظر وہ اپنی ایٹمی صلاحیت اور پروگرامز کو برحق گردانتے ہیں ' پاکستان بھی اسی طرح اپنی سلامتی کے لئے ایٹمی پروگرام پر عمل پیرا ہے۔

آج سے تقریباً ۵۸ سال پہلے امریکہ کے خونی ہاتھوں نے ہیروشیما اور ناگاساکی کی پوری آبادی کو ایٹمی شعلے کی نظر کر دیا تھا اور آج جب یہ ٹیکنالوجی مسلمانوں کے پاس آ گئی ہے تب امریکہ اور اسکے چیلوں کو احساس ہو رہا ہے کہ یہ انسانیت کے لئے ایک خطرناک چیز ہے۔

امریکن سی آئی اے نے دنیا کو اسلامی بم کے انکشاف کی خبر اس وقت دی تھی جس وقت پاکستان کے پاس بم بنانے کی صلاحیت نہیں تھی۔ لگتا ہے امریکن سی آئی اے صرف اسلامی ممالک کے ہتھیار بنانے کے کام پر سراغ رسانی کرتی ہے۔ ۵۳ سال تک امریکہ کو نڈوار کے نام پر پاکستان کی پرخلوص دوستی کا فائدہ اٹھاتا رہا اور آج مفاد نکلنے کے بعد نہ صرف یہ کہ پاکستان کے ازلی دشمن بھارت کے ساتھ دوستی کی منزلیں طے کر رہا ہے بلکہ پاکستان کی سالمیت کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گیا ہے اور مسلسل یہی تکرار جاری ہے کہ پاکستان C.T.B.T پر آنکھیں بند کر کے دستخط کر دے اور اپنی بقاء و سلامتی کو داؤ پر لگا دے۔

واشنگٹن پوسٹ سے جاری کردہ تازہ رپورٹ کے مطابق امن کے پھول کھلانے کا دعویدار امریکہ اپنے چھ ہزار ایٹمی ہتھیاروں کو نئے سرے سے جدید بنائے گا اور مزید ہتھیاروں کی تیاری کے لئے ۳۲ بلین ڈالرز کی منظوری بھی دے دی گئی ہے۔ جبکہ "دیتے ہیں یہ بازی گر دھوکہ کھلا" کے مصداق صدر بل کلنٹن اپنے حالیہ دورۂ پاکستان کے موقع پر اپنے تاریخی خطاب میں یہ فرما چکے ہیں کہ امریکہ اپنے ایٹمی ہتھیاروں کے ذخیرے میں ڈرامائی طور سے کمی کر رہا ہے جبکہ حالات شاہد ہیں کہ امریکہ اپنے ہتھیاروں کے ذخیرے میں دن دوگنی رات دگنی اضافہ کر رہا ہے۔

دنیا بھر میں ایٹمی عدم پھیلاؤ کے سمجھوتے سے متعلق کانفرنس جو پچھلے دنوں اقوام متحدہ میں ہوئی ہے۔ میں ۱۸۷ ممالک نے امریکہ سے اینٹی میزائل سسٹم واپس لینے کا مطالبہ کیا ہے۔ NPT کو ۱۹۷۰ء میں قائم کیا گیا تھا امریکہ نے کامیاب مہم کے ذریعے اس میں توسیع کرائی تھی لیکن آج امریکہ ہتھیاروں کی دوڑ میں سب سے آگے ہے۔ NPT کا زبردست حامی امریکہ NPT کو مکمل طور پر ہائی جیک کر چکا ہے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ایٹمی قوت بن جانے سے آج باطل کے ہاتھوں کے طوطے اڑ چکے ہیں۔ لیکن ہمارا پیارا وطن جو ہمارے لئے خدا تعالیٰ کی نعمت عظمیٰ ہے۔ آج قوم کو خود اس نعمت کی قدر و منزلت کا احساس نہیں بھارتی وزیراعظم اٹل بہاری واجپائی نے جب یہ کہ "اگر پاکستان نے ایٹم بم گرایا تو بھارت منہ توڑ جواب دے گا" تو پاکستان نے واجپائی کی اس بات کا جواب "حتف اول" "بلاسٹک میزائل کا تجربہ کر کے دے دیا لیکن افسوس کہ ہندو ثقافت کے جو بم انڈین فلموں کے ذریعے ۵۲ برس سے ہمارے آس پاس پھٹ رہے ہیں ان کا ہم اب تک کوئی توڑ نہ کر پائے۔ ہر سال ہم ایٹمی دھماکے کی خوشی میں "یوم تکبیر" بڑے جوش و خروش سے مناتے ہیں لیکن باقی پورا سال ہندو ثقافت مناتے رہتے ہیں۔ خاص طور سے بیرون ملک مقیم پاکستانی بھارت کے ساز و سنگیت کے پروگراموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں اور اپنی خون پسینے کی کمائی کو مندروں کو مستحکم کرنے اور مسجدوں کو مسمار کروانے کے لئے بخوشی خوشی دے دیتے ہیں۔ گاندھی نے کہا تھا کہ "اردو کی جڑ کاٹو کہ اس کے حروف قرآن۔ حروف سے ملتے ہیں"۔ آج ہم نے گاندھی کے الفاظ کو عملی جامہ پہنا دیا ہے ہماری عام بول چال میں ہندی الفاظ پوری طرح سرایت کر چکے ہیں۔ مسلمان بیٹوں کے وہ ہاتھ جو باطل کے خلاف تلوار اٹھانے کے لئے تھے آج

(باقی صفحہ ۱۱ پر)